ایٹمی جنگ
حیدر قریشی

ایٹمی جنگ

(تین افسانے)

ایٹمی جنگ

(تین افسانے)

حیدر قریشی

معیار پبلی کیشنز

ETMI JANG

(Three Stories)

By : Haider Qureshi

نام کتاب	:	ایٹمی جنگ (تین افسانے)
مصنف	:	حیدر قریشی
کمپوزنگ، ڈیزائننگ	:	محمد عمر کیرانوی
اشاعت	:	1999ء
مطبع	:	عزیز پرنٹنگ پریس، نئی دہلی
قیمت	:	چالیس روپے

معیار پبلی کیشنز

کے۔۳۰۲ / تاج انکلیو، گیتا کالونی، نئی دہلی ۱۱۰۰۳۱ (انڈیا)

ترتیب

تین افسانے

ایٹمی جنگ کا خطرہ

کل تک بر صغیر کے باشندوں کی بڑی اکثریت عالمی سطح پر ایٹمی جنگ کے کسی امکان سے بھی بے خبر یا بے نیاز تھی لیکن اس برس پہلے انڈیا نے اور پھر پاکستان نے ایٹمی دھماکے کر کے بر صغیر کے آدمی کو بھی ایٹمی جنگ کی تباہ کاری سے باخبر کر دیا ہے۔ انڈیا اور پاکستان نے ایٹمی دھماکے نہ کئے ہوتے، تب بھی یہ حقیقت ہے کہ پوری دنیا ایٹمی بارود کے ڈھیر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اب اس باروں میں مٹھی بھر اضافہ ہوا ہے۔ دنیا کی بڑی اور ایٹمی طاقتوں کے پاس ایٹمی اسلحہ کا جو ذخیرہ موجود ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق اس پورے کرۂ ارض کو پانچ بار فنا کرنے کے لئے کافی ہے۔ سویت یونین کی شکست و ریخت سے سرد جنگ کا خاتمہ تو ہوا ہے لیکن ایٹمی اسلحہ تو بدستور موجود ہے۔ ایٹمی میزائلوں کا کمپیوٹرائزڈ سسٹم کبھی کسی فنی خرابی کا شکار ہو گیا تو یہ فنی خرابی بھی پوری دنیا کی بربادی کا باعث بن سکتی ہے۔ لیکن کل تک ہم لوگوں کی بھاری اکثریت اس خطرے کے ادراک سے بے خبر تھی۔ بے شک بے خبری ایک نعمت ہے۔

۱۹۸۰ء کے وسط میں میرا ذہن بار بار ایٹمی جنگ کے امکانی خطرہ کی طرف جاتا تھا۔ بعض آسمانی صحیفوں اور مزہبی کتب میں مجھے ایک بڑی تباہی کی خبریں پڑھنے کو ملیں تو میرے

اندر کی بے چینی نے مجھ سے کہانی "حوّا کی تلاش" لکھوائی۔ اس میں ایٹمی جنگ کے بعد کی فضا کو آسمانی صحیفوں اور مذہبی کتب کی روشنی میں دیکھنے کی کاوش تھی۔ میری یہ خواہش کہ میں رہوں نہ رہوں، نسلِ آدم اس دھرتی پر آباد رہنی چاہیے، اس کہانی میں کہانی کے تقاضے کے مطابق آئی تھی۔ اس میں ایک ہلکا سا سیاسی اشارہ بھی تھا۔ عربوں کی تیل کی دولت کے لالچ میں بڑی طاقتوں کا ٹکراؤ اور دونوں کی تباہی۔۔ "حوّا کی تلاش" مجلّہ "اوراق" لاہور شمارہ فروری، مارچ ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی۔ متعدد ادیبوں نے اس کہانی کو پسند کیا۔ چونکہ اس کہانی میں ایک سیاسی اشارہ موجود تھا، چنانچہ بعد میں ایک اور کہانی لکھی گئی "گلاب شہزادے کی کہانی"۔۔ اس کے بعض معاشرتی پہلوؤں سے قطع نظر، یہ بنیادی طور پر انسانی حرص و ہوس کو نمایاں کرکے تیل کے چشمے پر انسانیت کے دم توڑنے کی نیم علامتی کہانی تھی۔ اس میں بھی ایٹمی جنگ کے کسی امکانی صورتحال کو ظاہر کیا گیا تھا، "حوّا کی تلاش" کا اختتام پُر اُمید تھا جبکہ "گلاب شہزادے کی کہانی" کا انجام تلخ حقائق کے پیشِ نظر مایوس کن تھا۔ "گلاب شہزادے کی کہانی"، "اوراق" کے شمارہ اپریل، مئی ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی۔

میری ان دونوں کہانیوں کے حوالے سے بعض دوستوں نے مجھ سے سوال کیا کہ ایٹمی جنگ کے بعد سطحِ زمین پر کسی ذی روح کا زندہ بچ رہنا ممکن نہیں ہے لہٰذا "حوّا کی تلاش" اور "گلاب شہزادے کی کہانی" میں جو لوگ ایٹمی تباہ کاری کے باوجود زندہ بچ گئے ہیں انہیں کس بنیاد پر بچایا گیا ہے؟۔ دوستوں کے اس سوال نے مجھے سائنسی تناظر میں سوچنے کا موقعہ عطا کیا۔ اس غور و فکر نے مجھے مذہبی اور سیاسی پہلوؤں سے ہٹ کر سائنٹیفک کہانی لکھنے کی ترغیب دی۔ تاہم میں نے اس سلسلے میں جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ کہانی میرے اندر بنتی رہی اور پہلی کہانی سے لگ بھگ گیارہ سال کے بعد "کاکروچ" لکھی گئی۔ یہ کہانی ماہنامہ "صریر" کراچی شمارہ فروری ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔

"حوّا کی تلاش"۔ "گلاب شہزادے کی کہانی" اور "کاکروچ"۔ یہ تینوں کہانیاں کرۂ ارض پر انسانیت کو درپیش ایٹمی تباہی کے بارے میں میرے احساس اور میری تشویش کی

کہانیاں ہیں۔ایسے وقت میں جب برصغیر کے عوام کو بھی اس ہولناک تباہی کا اندازہ ہو گیا ہے۔میں اپنی تینوں کہانیاں ایک ساتھ پیش کر رہا ہوں۔۔انڈیا اور پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے سیاسی پس منظر سے قطع نظر، میرے لئے یہ نئی صورتحال قدرے اطمینان کا موجب بن رہی ہے کہ دونوں طرف یہ احساس ہونے لگا ہے کہ کسی ایک کی ہلاکت کا مطلب لازمی طور پر دوسرے کی بھی ہلاکت ہے۔اس بات کو اچھے انداز میں کہا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ انڈیا اور پاکستان کا جینا، مرنا اب ساتھ ساتھ ہے۔۔غور کریں تو یہ ساتھ جینا اور ساتھ مرنا تو محبت کا مقام ہے۔۔تو پھر کیوں نہ ہم سب مل کر محبت کے اس مقام کو پہچانیں!

انسان کی انسان سے محبت کو صرف برصغیر تک ہی کیوں محدود رکھا جائے۔کرۂ ارض، اس بے پناہ کائنات میں ایک بے حد چھوٹی سی دنیا ہے۔اس دنیا میں ساری جغرافیائی اکائیاں اپنی اپنی جگہ ایک سچ ہیں لیکن کرۂ ارض خود ایک بڑی جغرافیائی اکائی بھی ہے۔اس دھرتی کے سارے انسان اپنے قومیتی، علاقائی اور مذہبی تشخص کے ساتھ۔۔اپنے اپنے تشخص کو قائم رکھتے ہوئے پوری دھرتی کو ایک ملک بنالیں اور اس ملک کے باشندے کہلانے میں خوشی محسوس کرنے لگیں تو شاید ایٹمی جنگ کے سارے خطرات ختم ہو جائیں۔ لیکن کیا ایسا ممکن ہے؟ پوری دھرتی کو ایک ملک بنانے کا خواب اور وحدتِ انسانی کی آرزو شاید بہت دُور کی منزل ہے۔یہ دُوری قائم رہے یا ختم ہو جائے اس کا انحصار تو ساری دُنیا کے ملکوں کے باہمی اعتماد اور یقین پر ہے۔ایک عام آدمی کے لئے شاید یہ کسی دیوانے کا خواب ہو۔پھر بھی آیئے ہم سب مل کر دعا کریں۔

دنیا میں محبت کے فروغ کی دُعا! دھرتی پر نسلِ انسانی کے قائم رہنے کی دُعا!

حیدر قریشی
(۱۲ر جولائی ۱۹۹۸ء)
Auf Der Roos 7
65795, Hattersheim I,
GERMANY

حوّا کی تلاش

مرے بدن پہ ترے وصل کے گلاب لگے
یہ میری آنکھوں میں کس رُت میں کیسے خواب لگے

مجھے یقین نہیں آرہا۔
میں عالم برزخ میں ہوں،
عالم خواب میں ہوں،
یا عالم حقیقت میں؟
"غالباً میں عالم حقیقت میں ہوں" کسی وہم کی طرح مجھے یقین ہو جاتا ہے اور میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہوں۔ تھوڑی دیر بیٹھا رہتا ہوں پھر اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہوں۔
میرا مستقبل میرے داہنے ہاتھ پر اور میرا ماضی میرے بائیں ہاتھ پر ہمیشہ رقم رہتا تھا اور میں اپنے ماضی اور مستقبل کی تحریروں کو پڑھتے ہوئے ہمیشہ حال میں رواں رہتا تھا۔ مگر اب میں نے اپنے دائیں ہاتھ کی تحریر پڑھنا چاہی تو مجھے وہاں چاروں طرف

دھند چھائی ہوئی نظر آئی۔ میں نے اپنے بائیں ہاتھ کی تحریر پڑھنا چاہی تو وہاں دھواں دھواں فضاؤں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ بے چارگی کے احساس کے ساتھ میں نے اپنے حال کی طرف دیکھنا چاہا تو مستقبل کی ساری دھند میری آنکھوں میں اتر آئی اور ماضی کا سارا دھواں میرے چاروں طرف رقص کرنے لگا۔ اس عذاب ناک حالت میں مجھے بچپن کی وہ دعائیں بھی بھول گئیں جو میری ماں نے مجھے یاد کرائی تھیں۔ لیکن میں مایوس نہیں ہوا۔ آخر دھوئیں کا رقص دھواں ہونے لگا۔ روشنی کی ایک لکیر ابھری اور ابھرتی چلی گئی،

"الم تر کیف فعل ربك با اصحاب الفیل"

دھند میری آنکھوں سے چھٹنے لگی اور دھواں دور ہٹنے لگا۔ مجھے اصحاب فیل کا انجام یاد آیا جو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گئے تھے۔ میں نے اپنے سامنے بکھرے ہوئے ایٹم بم کا شکار ہونے والے منظر کو دیکھا اور مجھے اصحاب فیل کی خوش قسمتی پر رشک آنے لگا جو صرف کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیئے گئے تھے۔

عالمگیر ایٹمی جنگ ہو چکی ہے اور میں پتہ نہیں کیسے زندہ بچ گیا ہوں۔ میرے چاروں طرف اس بھیانک جنگ کے اندھیرے پھیلے ہوئے ہیں۔ مجھے ان اندھیروں سے نکلنے کے لئے روشنی درکار ہے۔ اور تب ہی جس قوت نے مجھے اس جنگ میں بھی زندہ رکھا تھا۔ مجھے روشنی عطا کرنی شروع کر دی۔ روشنی کی جو لکیر پہلے ابھری تھی وہ اب ایک روشن ہالے کی شکل اختیار کر گئی ہے اور مجھ پر کرن کرن اتر رہی ہے،

"تجھے کیا معلوم ہے کہ حطم (ایٹم) کیا شے ہے؟ یہ اللہ کی خوب بھڑ کائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کے اندر تک جا پہنچے گی تاکہ اس کی گرمی ان کو اور بھی زیادہ تکلیف دہ محسوس ہو"

"دنیا پر ایک شدید مصیبت آنے والی ہے اور تجھے کیا معلوم ہے کہ وہ مصیبت کیسی ہے؟ اور ہم پھر کہتے ہیں کہ اے مخاطب! تجھے کیا معلوم ہے کہ یہ عظیم الشان مصیبت کیا چیز ہے؟ یہ مصیبت جب آئے گی تو اس وقت لوگ پراگندہ پروانوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ اس پشم کی مانند ہو جائیں گے جو دھنکی ہوتی ہے۔"

"جب زمین کو پوری طرح ہلادیا جائے گا۔ اور زمین اپنے بوجھ نکال کر پھینک دے گی اور انسان کہہ اٹھے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے؟"

مجھے یاد آتا ہے کہ میں ایک پہاڑی علاقہ میں ٹھہرا ہوا تھا جب ایٹمی جنگ چشم زدن میں چھڑ گئی تھی مگر اب کہیں بھی کوئی پہاڑ نظر نہیں آرہا۔ میں خود ہی حیرت سے پکار اٹھتا ہوں "یہ کیا ہو گیا ہے؟" اور قرآن کی صداقت کا ایک گواہ بن جاتا ہوں۔

مجھے یاد آتا ہے۔ دو بہت بڑی قوتیں ساری دنیا پر پھیل رہی تھیں۔ ان میں مشرقی قوت کا جال زیادہ پھیلا ہوا تھا لیکن مغربی قوت بھی کم نہ تھی عجیب عجیب نعرے تھے۔ عجیب عجیب نظریات تھے۔ دونوں ہی انسانیت کی فلاح کی باتیں کرتے تھے اور اب دونوں ہی انسانیت کی تباہی کا موجب ہو گئے تھے جنگ کی ابتدا مشرق وسطی سے ہوئی تھی۔ وہاں کی تیل کی دولت۔ جسے دونوں بڑی قوتیں للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتی تھیں۔ پھر کیا ہوا؟۔۔ مجھے واقعات کا علم نہیں۔ لیکن روشنی کا جو ہالہ مجھ پر کرن کرن اتر رہا ہے وہ مجھے بتانے لگتا ہے۔ اس کا اپنا انداز بیان ہے،

"خداوند کہتا ہے کہ میں نے اپنی غیرت سے اور قہر کی آتش سے کہا یقیناً اسی دن اسرائیل کی سرزمین میں ایک زلزلہ ہو گا۔ یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور آسمان کے پرندے اور زمین کے چرندے اور سارے کیڑے مکوڑے جو زمین پر رینگتے پھرتے ہیں اور سارے انسان جو روئے زمین پر ہیں میرے سامنے تھرتھرا جائیں گے اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے اور کڑاڑے بیٹھ جائیں گے اور ہر ایک دیوار زمین پر گر پڑے گی ...... ایک شدت کا مینہ اور بڑے بڑے اولے اور آگ اور گندھک برساؤں گا۔ اسی طرح میں اپنی بزرگی اور تقدیس کراؤں گا اور بہتیری قوموں کی نظروں میں پہچانا جاؤں گا اور وہ جانیں گے کہ خداوند میں ہوں"

"دیکھ میں ترا مخالف ہوں اے جوج روش اور مسک اور توبال کے سردار اور میں تجھے پلٹ دوں گا...... اور میں تجھے ہر قسم کے شکاری پرندوں اور میدان کے درندوں کو خوراک کے لئے دوں گا۔ تو کھلے ہوئے میدان میں گر پڑے گا...... اور میں ماجوج پر اور ان پر

جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا......اور آگے کو میں ہونے نہ دوں گا کہ وہ میرے پاک نام کو بے حرمت کریں"

"اور دنیا میں ایک حشر برپا ہو جائے گا اور وہ اول الحشر ہو گا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کشت و خون ہو گا کہ زمین خون سے بھر جائے گی اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی لڑے گی۔ ایک عالمگیر تباہی آوے گی اور ان تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہو گا"

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں"

میں خدا کی بزرگی اور تقدیس کا اقرار اور اپنے عجز کا اعتراف کرتا ہوں۔ روشنی کی کرنیں میرے جسم پر تو اتر رہی ہیں مگر روح تک نہیں پہنچ پاتیں۔ شاید اسی وجہ سے میں صرف اپنے ماضی کی تحریریں ہی پڑھ سکا ہوں۔ مستقبل کی تحریروں کی یا تو زبان بدل گئی ہے یا انہیں پڑھنے کی میری قوت سلب ہو گئی ہے۔

ایٹمی جنگ نے آدم کی نسل کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا ہے اور اب ابن آدم ہونے کے ناطے اس وقت مجھے اپنا سب سے پہلا فریضہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو آدم کی نسل کو اس دھرتی پر قائم رکھا جائے۔ شاید میں اس نئے عہد کا آدم ہوں۔

مگر نئی حوا۔؟

میں خدا کی تسبیح و تمجید کرتے ہوئے نئی حوا کی تلاش کے سفر پر روانہ ہوتا ہوں راستے میں تباہیوں کے کئی بھیانک منظر آتے ہیں۔ روشنی کا وہ ہالہ میرے ساتھ ہے اور اب بھی کرن کرن میرے جسم پر اتر رہا ہے۔ میرا نامعلوم اور ان دیکھا سفر جاری ہے۔ ایک جگہ تو تباہی کا ایسا منظر آتا ہے جیسے یہاں ایک دم بیسیوں ایٹم بم گرا دیے گئے ہوں میں خوف زدہ ہو

جاتا ہوں۔اور اس منظر سے چھپنے کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہوں۔

تب ہی روشنی کے ہالے کی کرنیں میری آنکھیں کھول دیتی ہیں،

"کیا یہ زمین میں نہیں پھرے کہ دیکھتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا؟ وہ ملک میں ان سے تعداد اور طاقت میں بھی زیادہ تھے اور عمارت وغیرہ کے فنون میں بھی زیادہ ماہر تھے۔ لیکن ان کے اعمال نے ان کو کوئی نفع نہیں دیا تھا۔اور جب ان کے پاس ان کے رسول نشانات لے کر آئے تو ان کے پاس جو تھوڑا بہت علم تھا اس پر فخر کرنے لگے اور جس عذاب کی ہنسی اُڑاتے تھے اسی نے ان کو گھیر لیا۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہہ اٹھے ہم تو اللہ کو ایک قرار دیتے ہوئے اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے ساتھ جن چیزوں کو ہم شریک قرار دیا کرتے تھے ان کا ہم انکار کرتے ہیں۔ پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ یہی اللہ کی مقررہ سنت ہے جو اس کے بندوں میں جاری چلی آتی ہے"۔

میں تہیہ کرتا ہوں کہ مجھ آدم سے جو نسل چلے گی اسے میں ان صحیفوں کی تعلیمات کے مطابق خود تربیت دوں گا اور میری نسل شیطان کے چنگل میں دوبارہ اس طرح نہیں آئے گی کہ خدا کے عذاب کا شکار ہو جائے۔ نسل کی تربیت کے احساس کے ساتھ اپنے جیون ساتھی کی تلاش کا خیال پھر شدت سے ابھرتا ہے۔ میرے لئے اب رات یا دن کی کوئی اہمیت نہیں اس لئے کہ روشنی کا ہالہ اگر میرے ساتھ نہ ہو تو میرا دن بھی تاریک ہو جائے۔ جب بھی کہیں تھکن کا احساس ہوتا ہے ٹھہر جاتا ہوں، سستا لیتا ہوں۔ شاید نیند بھی کر لیتا ہوں یا صرف اونگھ لیتا ہوں۔ میں بدترین تباہی کے اس علاقہ سے تیزی سے نکلنے لگتا ہوں پتہ نہیں ان دہشت ناک مناظر کے خوف سے یا جیون ساتھی کی تلاش کے خیال سے جو پہلے سے زیادہ شدید ہو گیا ہے۔

جب میں اس علاقہ سے باہر آتا ہوں تو مجھے پہلی دفعہ احساس ہوتا ہے کہ میں نے کئی دنوں کی مسلسل مسافت کے باوجود کچھ کھایا پیا بھی نہیں۔ بھوک کا احساس بیدار ہو جائے

تو اسے سلانا مشکل ہو جاتا ہے۔ بھوک کا احساس میرے جسم کے ساتھ ذہن اور روح پر بھی تھکن طاری کرنے لگتا ہے۔

میں چل رہا ہوں مگر مجھ سے چلا نہیں جاتا۔ میرا سارا وجود شل ہونے لگتا ہے۔ میں اپنی بے بسی کے اقرار کے ساتھ خدا کی عظمت اور بزرگی کا اقرار کرکے اس کی تسبیح اور تحمید کرتا ہوں۔ تب ہی روشنی کے اس ہالے سے ایک کرن میرے جسم پر کسی تیر کی طرح اترتی ہے اور مجھ پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے،

"کیا انسان کو معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو ایک حقیر قطرہ سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ سخت جھگڑالو بن جاتا ہے اور ہماری ہستی کے متعلق باتیں بنانے لگ جاتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔"

میں خدا کے جلال کے آگے جھک جاتا ہوں۔ لبوں سے یا دل سے کوئی دعا نہیں نکلتی۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی ایک جھڑی ہے جو تسبیح کے دانوں کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی ہے۔ یہ آنسو اپنی بے بسی اور خدا کی عظمت کا خاموش اقرار ہیں۔

میں کتنی دیر تک اسی کیفیت میں سربسجود رہتا ہوں۔ جب دل کا بوجھ کسی حد تک اتر جاتا ہے تو سجدے سے سر اٹھاتا ہوں۔ بھوک کی شدت میں بڑی حد تک کمی ہو گئی ہے اور تھکن کا احساس بھی ایک حد تک زائل ہو گیا ہے۔ میں پھر اپنے سفر پر روانہ ہوتا ہوں۔ چلتے چلتے مجھے دور کہیں ہریالی کا گمان ہوتا ہے۔ میں بے ترتیب راستوں نے اسی سمت چل پڑتا ہوں۔

یہ تو کوئی خاصا زرخیز علاقہ ہے۔ دور دور تک ہرے بھرے کھیت ہیں اور کھیتوں کے ساتھ ہی ایک خوبصورت سا باغ بھی ہے۔ باغ بڑے جدید انداز میں آراستہ ہے۔ درمیان میں ایک خوبصورت فوارہ بھی لگا ہوا ہے۔ اس خوبصورت باغ میں پہنچ کر تھکن تو دور ہو گئی مگر بھوک نے مزید شدت اختیار کرلی لیکن فوارے کے ٹھہرے ہوئے پانی میں مچھلیاں دیکھ کر میں ٹھٹھک گیا ہوں۔

کھیتوں کے ہرے بھرے راستے سے لے کر اس باغ تک مجھے کوئی ذی روح نظر نہیں آیا تھا۔

ذہن پر زور دیتا ہوں تو یاد آتا ہے راستے میں کچھ جانور مرے پڑے تھے۔ مگر چونکہ میں اس سے زیادہ بھیانک تباہیوں سے گذر کر آیا تھا اس لئے میں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی تھی۔ اب مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ اس علاقہ پر زہریلی گیس کے بم پھینکے گئے تھے۔ تمام ذی روح مر چکے ہیں اور ساری فصلیں اور پھل زہریلے ہو چکے ہیں۔

روشنی کا وہ ہالہ بدستور اپنی کرنیں میرے جسم پر اتار رہا ہے۔ میں عجب گومگو کی حالت میں ہوں۔ بھوک اب اتنی شدت اختیار کر چکی ہے کہ مجھے لگتا ہے اگر میں نے کچھ نہ کھایا تو موت سے نہیں بچ پاؤں گا۔ مگر سارے پھل زہریلے ہو چکے ہیں۔

"مرنا ہی ہے تو بھوکے پیٹ کیوں مرا جائے" یہ سوچ کر بالآخر میں نے پھلوں کو توڑ توڑ کر کھانا شروع کر دیا ہے۔ مجھے کچھ ہوش نہیں میں کب تک پھل توڑ کر کھاتا رہا ہوں۔ ہوش تب آیا جب میں فوارے کا زہریلا پانی پی کر باہر آیا۔

اب میں اطمینان سے اپنی موت کا منتظر ہوں۔ مگر مجھے تو حیرت انگیز طور پر اپنے اندر توانائی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ روشنی کا ہالہ اب کتنی ہی کرنیں میرے جسم پر اتار رہا ہے،

"وہی ہے جو مایوسی کے بعد بارش اتارتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔"

"اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ اس حال میں کہ تو اسے پسند کرنے والا بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی۔"

میں ایک بار پھر خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہوں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں جہاں سے بچایا گیا ہوں وہاں کے تابکاری اثرات میرے اندر کچھ اس طرح سرایت کر چکے ہیں کہ وہ میری ہلاکت کی بجائے اس زہریلی گیس کی ہلاکت کا باعث بن گئے ہیں جو اس وقت موجود پھلوں اور پانی میں ہے۔ گویا وہ تابکاری اثرات اس طرح میری بقا کی ضمانت بن گئے

ہیں۔ غالباً اسی لئے میں کتنے ہی متعفن مقامات سے گزرنے کے باوجود بیمار بھی نہیں ہوا اور یہ جوانئی قوت مجھ میں آگئی ہے کہ میں سینکڑوں میلوں کی مسافت طے کر کے یہاں تک آ پہنچا ہوں یہ بھی ان اثرات کے سبب سے ہی ہے۔

''پس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے۔''

میں اپنی خوراک کے مسئلے سے اب بالکل مطمئن ہو جاتا ہوں۔ مجھے اب ان دو بڑی مشرقی اور مغربی قوتوں کے انجام کا خیال آتا ہے۔ دونوں قومیں ہی فتنے میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھیں۔ روشنی کا ہالہ میرے قریب آجاتا ہے اور پھر کرن کرن میرے جسم پر اترنے لگتا ہے

یکایک روشنی کا ہالہ پورے کا پورا میرے جسم پر اتر آتا ہے،

''تم پر آگ کا ایک شعلہ گرایا جائے گا اور تانبا بھی گرایا جائے گا پس تم دونوں ہر گز غالب نہیں آسکتے اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے۔''

روشنی کا ہالہ پھر اپنے اصل فاصلے پر چلا جاتا ہے اور پھر کرن کرن میرے جسم پر اترنے لگتا ہے۔ میں دونوں بڑی قوتوں کی تباہی کا یقین کر لیتا ہوں۔

جیون ساتھی کی جستجو کا خیال پھر مجھے مستعد کر دیتا ہے۔ اور میں نیا آدمی ہونے کے ناطے بقائے نسل انسانی کے مقدس فرض کی خاطر ایک نئے عزم کے ساتھ چل پڑتا ہوں۔

باغ والے اس گاؤں سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک شہر آباد ملتا ہے۔ ساری عمارتیں سلامت ہیں مگر شہر پر موت کی حکمرانی ہے۔ دوکانیں کھلی ہوئی ہیں مگر لوگ نیچے گرے ہوئے ہیں۔ کہیں دیواروں کے ساتھ لگے کھڑے ہیں بیشتر دوکاندار کاؤنٹر پر یوں سر رکھے ہوئے ہیں جیسے آرام کر رہے ہوں۔

مجھے بچپن کی وہ کہانی یاد آتی ہے جس میں ایک شہزادہ ایک ایسے شہر میں داخل ہوتا ہے جہاں ہر آدمی پتھر کا بت بنا ہوتا ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے میں بھی کوئی شہزادہ ہوں۔ مگر

کہانی والے شہزادے کو اس شہر کو زندہ کر دینے میں اس لئے آسانی ہوتی ہے کہ وہ کسی جادوگر کے طلسم کے باعث ایسا ہوا ہوتا ہے۔ جب کہ یہ شہر تو انسان کے اپنے ہی طلسم کا شکار ہو گیا ہے۔ زہریلی گیس کے بموں نے سارے شہر میں کوئی ذی روح نہیں چھوڑا۔

میں کسی تھکے ہارے افسردہ شہزادے کی طرح ایک خوبصورت ڈیپارٹمنٹل سٹور میں داخل ہوتا ہوں۔ مگر ایک دم گھبرا کے پیچھے پلٹنے لگتا ہوں۔ سامنے کوئی وحشت زدہ آدمی کھڑا ہے۔ میں پیچھے ہٹتے ہوئے پھر رک جاتا ہوں۔ سامنے تو بڑا سا قد آدم آئینہ نصب ہے۔

"تو کیا...... ؟ کیا...... یہ...... میں ہوں؟" میں خود کو پہچاننے سے انکار کر دیتا ہوں۔ مگر بالآخر مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ میں ہی ہوں۔ اپنی پہچان کو تسلیم کرتے ہی مجھے پہلی دفعہ اپنی برہنگی کا احساس ہوتا ہے۔ اسی اثنا میں آئینے میں مجھے بالکل اپنے ہی جیسی ایک وحشت زدہ عورت نظر آتی ہے۔ میں تیزی سے پلٹتا ہوں۔ اپنی تمام تر وحشت کے باوجود اس کا چہرہ بتا رہا ہے کہ وہ مغربی عورت ہے۔ اس کی آنکھوں میں تلاش اور تجسس ہے۔ وہ مجھے حیرانگی سے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہے۔ پتہ نہیں اپنے باپ کو تلاش کر رہی ہے۔ بھائی کو تلاش کر رہی ہے یا بیٹے کو...... اس کی آنکھوں میں یکایک چمک پیدا ہوتی ہے۔ جیسے اس نے پہچان لیا ہو۔ اور پھر وہ دوڑ کر مجھ سے بری طرح چمٹ کر سسکنا شروع کر دیتی ہے۔ میں نہیں جانتا اس نے مجھے باپ سمجھا ہے۔ بھائی سمجھا ہے۔ بیٹا سمجھا ہے یا کوئی اور۔۔ لیکن میں مطمئن ہوں کہ اب آدم کی نسل اس دھرتی سے ختم نہیں ہو گی۔

میرے ماضی اور مستقبل کی تحریریں میرے دائیں بائیں ادب کے ساتھ کھڑی ہیں۔ اور میرا "برہنہ حال" میرے برہنہ جسم سے چمٹا مشرق اور مغرب کی نفرتوں کو اپنے آنسوؤں سے صاف کر رہا ہے۔

روشنی کا ہالہ ہم دونوں کے جسموں سے گزر کر ہماری روحوں میں اتر جاتا ہے اور ہم دونوں کے اندر سے ایک خوبصورت آواز ابھرتی ہے،

"اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے۔"

گلاب شہزادے کی کہانی

ہوا شہکار جب اس کا مکمل
وہ اپنے خون میں ڈوبا ہوا تھا

بے انت پھیلے ہوئے صحرا میں جب رات کا ایک پہر گزرنے کے باوجود کسی کو نیند نہ آئی تو چاروں درویش اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پہلے درویش نے تجویز پیش کی کہ رات کاٹنے کے لئے اپنی اپنی کوئی کہانی سنائی جائے۔ سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور پہلے درویش سے کہا کہ وہ خود اپنی زندگی کی کسی کہانی سے ابتدا کرے۔

لمبے بالوں والا پہلا درویش آگے کو جھکا اور پھر یوں گویا ہوا:

"میری کہانی گلاب شہزادے کی کہانی ہے۔

گلابی رنگ کو تم بخوبی پہچانتے ہو۔ خون سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ خون میں سفید رنگ ملادیں تو وہ گلابی بن جاتا ہے لیکن اگر خون ویسے ہی کہیں جم جائے تو سیاہ ہو جاتا ہے۔

خیر تو میں کہہ رہا تھا...... میری کہانی گلاب شہزادے کی کہانی ہے۔ لیکن اس کے لئے مجھے عملاً بتانا پڑے گا"

یہ کہہ کر پہلے درویش نے اپنے تھیلے سے گلاب کی ایک قلم نکالی اور اسے ریت میں گاڑ دیا۔

"میری کہانی کا باقی حصہ اس قلم کے بڑھنے تک ادھورا رہے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ لوگ باری باری اپنی کہانیاں سنالیں...... میں آخر میں اپنی کہانی مکمل کروں گا۔"

پہلے درویش کی اس بات پر دوسرے درویش نے اپنی کہانی شروع کی:

"میری کہانی عام سی ہے۔ میری بیوی نے اپنی آنکھوں کے جادو اور ہونٹوں کے منتر سے مجھے گدھا بنادیا تھا اور میں کئی صدیوں سے بوجھ اٹھاتا چلا آرہا تھا۔ پھر ایک دن مجھے بھی ایک اسم مل گیا۔ میں گدھے سے انسان بن گیا اور تب میں نے اپنے اسم کے زور سے اپنی بیوی کو گھوڑی میں تبدیل کردیا۔"

تیسرا اور چوتھا...... دونوں درویش اس کی کہانی بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے جبکہ پہلا درویش گلاب کی اس قلم کو دیکھ رہا تھا جس کے اردگرد چھوٹے چھوٹے کانٹے سے چپکے ہوئے تھے...... قلم آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔

"اب مجھے صحیح طور پر یاد نہیں رہا کہ پھر میں نے اسے تانگے میں جوت دیا تھا، گھوڑدوڑ کے کلب میں لے گیا تھا یا ویسے ہی اسے سرپٹ دوڑاتا رہا...... یا پھر پتہ نہیں وہ خود ہی سرپٹ دوڑتی رہی...... دوڑتی رہی......"

"پھر کیا ہوا"

تیسرے اور چوتھے درویش نے بڑے اشتیاق اور تجسس سے پوچھا۔

پہلا درویش ابھی تک گلاب کی اس بڑھتی ہوئی قلم کو دیکھ رہا تھا۔

"پھر؟" دوسرے درویش نے ذہن پر تھوڑا سا زور دیا۔

"پھر...... جب میری بیوی اپنی پہلی تنخواہ لائی تھی تو اس کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو

رہا تھا۔ اس نے اپنی آدھی تنخواہ گھر کے اخراجات میں ڈال دی اور بقیہ آدھی بچوں کے مستقبل کے لئے بنک میں جمع کرا دی اور پھر ہمیشہ ہی اس کا یہی طریق رہا۔ میری اور اس کی تنخواہ سے ہمارا گھر خاصا خوشحال ہو گیا۔ البتہ وہ اپنے باس کی بہت تعریفیں کرتی رہتی تھی۔ وہ اس کا ضرورت سے زیادہ ہی خیال رکھتے تھے"۔

اچانک دوسرے درویش کی نظر گلاب کی اس قلم پر پڑی جو اس عرصے میں حیرت انگیز طور پر دوگنی ہو چکی تھی اور اب اس میں ننھے ننھے سبز پتے بھی پھوٹ رہے تھے۔ اسے یوں لگا جیسے کانٹوں میں لپٹی ہوئی گلاب کی پوری قلم کسی نے اس کے حلق میں ٹھونس دی ہو

اس نے ایک جھرجھری سی لی اور پھر بے اختیار پکارا۔ "پانی......!"

پہلے درویش نے جلدی سے پانی کا کوزہ اس کے منہ سے لگا دیا۔

گلاب کی قلم کچھ اور سرسبز ہو گئی اور سبز پتوں کے ساتھ ایک سرخ پتہ بھی ابھر آیا دوسرے درویش نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا اور دم توڑ دیا۔

باقی تینوں درویشوں نے دیکھا کے بے انت پھیلے ہوئے صحرا نے خود کو خاصا سمیٹ لیا ہے۔

رات کا دوسرا پہر گزر چکا تھا

تیسرے درویش نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی کہانی شروع کی:

جیسا کہ آپ جانتے ہیں تاریخ اور جغرافیے سے مجھے گہری دلچسپی ہے اور مرا تعلق بھی آثار قدیمہ سے ہے...... تین بچوں کی پیدائش کے بعد میری بیوی نے مجھے مشورہ دیا کہ میں خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کروں۔ چنانچہ میں نے غبارے استعمال کرنا شروع کر دیے...... مرا گھر خاصا چھوٹا اور تنگ سا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ استعمال کے بعد میں نے غبارہ نالی میں پھینکنے کی بجائے کونے میں پڑی بوڑی میز کے پیچھے پھینک دیا۔ میز کے نیچے پڑے ڈھیر سارے کباڑ میں وہ غبارہ چھپا رہتا۔ پھر کبھی خیال آتا تو اسے اٹھا کر نالی میں پھینک دیتا۔"

چوتھا درویش اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ایک دفعہ کسی کھنڈر سے کئی ہزار سالہ پرانی کھوپڑی دریافت ہوئی تو اس کے مطالعہ کے لئے مجھے بلایا گیا۔ کھوپڑی کے مطالعہ کے بعد جب میں گھر آیا تو اپنی میز کے نیچے کاٹھ کباڑ میں سے کوئی چیز ڈھونڈتے ہوئے مجھے ایک سوکھا ہوا تڑا مڑا سا غبارہ مل گیا۔ میں نے اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا...... یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کھوپڑی اس غبارے میں موجود ہو اور وہ کھوپڑی مرے اپنے بیٹے کی ہو۔"

چوتھا درویش اس کی کہانی میں خاصی دلچسپی لے رہا تھا۔

پہلا درویش گلاب کی اس مسلسل بڑھتی ہوئی قلم کو دیکھ رہا تھا جس میں سے اب شاخیں بھی پھوٹنے لگی تھیں۔

"میں خوف سے کانپ اٹھا۔ مجھے لگا میں نے اپنے بیٹے کو قتل کر کے اس کے سر کو محض کھوپڑی بنا دیا ہے۔ میں نے اپنی بیوی کو اپنا خوف بتایا۔ پہلے تو اس نے شور مچا دیا "خاندانی منصوبہ بندی ختم نہیں کرنے دوں گی۔ مری صحت پھر تباہ ہو جائے گی" لیکن بالآخر مرا خوف اس کی ضد پر غالب آ گیا۔

جس دن اس نے مجھے خوشخبری سنائی...... مجھے یوں لگا جیسے ہزاروں برس پہلے کھو جانے والی مری کوئی قیمتی چیز مجھے دوبارہ ملنے والی ہے۔"

تیسرے درویش کی نظر گلاب کی اس قلم کی طرف اٹھ گئی جو اَب گلاب کے چھوٹے سے پودے میں ڈھل گئی تھی۔

اسے یوں لگا جیسے گلاب کا پودا اس کے اندر ہے اور کوئی اُسے اس کے حلق سے باہر کھینچ رہا ہے۔

وہ خوف سے چلایا، "پانی.....!"

پہلے درویش نے جلدی سے پانی کا کوزہ اس کے منہ سے لگا دیا۔

گلاب کا پودا کچھ اور پھیل گیا اس کے سبز پتوں میں ایک اور سرخ پتہ اُبھر آیا۔

تیسرے درویش نے خوفزدہ آنکھوں سے یہ منظر دیکھا اور دم توڑ دیا۔

باقی دونوں درویشوں نے دیکھا کے بے انت پھیلے ہوئی صحرا نے خود کو آدھا سمیٹ لیا ہے رات کا تیسرا پہر گزر چکا تھا۔

چوتھے درویش نے مشکوک نظروں سے پہلے درویش کو دیکھا اور قدرے چوکنا ہو کر اپنی کہانی بیان کرنے لگا:

"یہ کہانی دراصل مری نہیں۔ مرے ایک دوست کی ہے۔ میں اسے اسی کی زبان میں بیان کروں گا"

چوتھے درویش نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"مرا بھائی گہری نیند سویا ہوا تھا میں اس کے کمرے میں بیٹھا کوئی کام کر رہا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ مرے بھائی کی ناک سے شہد کی ایک مکھی نکلی...... قریب ہی پانی کا ایک ٹب پڑا تھا۔ جس میں لکڑی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تیر رہا تھا جو شاید کسی بچے نے ڈال دیا تھا...... شہد کی مکھی اڑ کر لکڑی کے اس ٹکڑے پر جا بیٹھی۔ کچھ دیر بعد پھر اڑی اور مرے بھائی کی ناک میں داخل ہو گئی...... میں یہ منظر بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا"۔

"اچھا۔ پھر کیا ہوا؟" پہلے درویش کی مسکراہٹ بڑی سفاک تھی، وہ اب بھی گلاب کے اس پودے کو دیکھ رہا تھا جو مسلسل پھلتا پھولتا جا رہا تھا۔

"پھر۔۔ پھر۔۔" چوتھا درویش خوفزدہ انداز میں اِدھر اُدھر دیکھ کر بولا:

'پھر میرا بھائی بیدار ہو گیا۔ اس نے اپنا ایک حیرت انگیز خواب سنایا...... اس نے بتایا کہ وہ کسی دریا کے کنارے کھڑا تھا کہ لکڑی کا ایک بڑا سا تختہ تیرتا ہوا اس کے قدموں میں آگیا، وہ اس پر سوار ہو گیا۔ جب وہ تختہ اسے دوسرے کنارے پر لے گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ جگہ خزانوں سے بھری پڑی ہے۔ مگر وہ اکیلا یہ خزانے نہ اٹھا سکتا تھا، اس لئے دوسرے ساتھیوں کو لینے کے لئے واپس آگیا۔"

"حیرت ہے...... حیرت ہے!" پہلا درویش بڑے مکارانہ انداز میں بولا۔ اس کی نظریں اب بھی گلاب کے اس پودے پر گڑی تھیں جو اب بڑی شان سے لہلہا رہا تھا، چوتھا

درویش گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا:

"میں بھائی کا خواب سمجھ گیا۔ میں نے اسے قتل کر دیا اور وہ جگہ جہاں ٹب پڑا تھا اور شہد کی مکھی لکڑی کے ٹکڑے پر تیرتی رہی تھی، اسے کھود ڈالا...... وہاں واقعی خزانے تھے...... مگر...... مگر......"

"مگر کیا؟" پہلے درویش کے لہجے میں تشویش کی ہلکی سی پرچھائیں ابھری۔

چوتھے درویش کی نظریں اس لہلہاتے ہوئے گلاب کے پودے پر پڑیں۔

اور پھر وہی کیفیت......

"پانی......!"

پہلے درویش نے جلدی سے پانی کا کوزہ اس کے منہ سے لگا دیا۔ مگر چوتھے درویش نے کوزہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

پانی پیا۔

پھر گلاب کے پودے میں ایک اور سرخ پتے کو ابھرتے ہوئے دیکھا۔

خوف سے جھرجھری لی۔

"مگر کیا......؟" پہلے درویش نے اسے جھنجھوڑ کر پوچھا۔

"مگر...... یہ کہانی مرے دوست کی نہیں...... مری اپنی ہے...... اپنی......" اور پھر چوتھے درویش نے بھی دم توڑ دیا۔

سارے صحرا نے خود کو سمیٹ کر پہلے درویش کے قدموں میں ڈال دیا۔

رات کا آخری پہر گزر چکا تھا۔

پو پھوٹ رہی تھی۔

پہلے درویش کے وحشیانہ قہقہے صحرا میں گونجنے لگے۔

"ہاہاہا...... اب اس صحرائی علاقے کی تیل کی دولت کا میں تنہا مالک ہوں۔ ایٹمی جنگ میں جتنے لوگ بھی بچ گئے ہوں گے سب مری رعایا ہیں...... اور میں اس نئے عہد کا

حکمران...... عظیم حکمران...... ہاہاہا......"

اچانک اسے شدید پیاس کا احساس ہوا۔ اس نے کوزے کو دیکھا۔ کوزہ خالی ہو چکا تھا۔ وہ گھبرا گیا۔

اور پھر پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگا۔

وہ دوڑتا رہا...... دوڑتا رہا......

اور سمٹا ہوا صحرا پھیلتا رہا...... پھیلتا رہا......

سورج نصف النہار تک پہنچ گیا۔

اس کی آنکھیں دھندلانے لگیں۔

اس کے سامنے تیل کے چشموں کا ذخیرہ تھا، کنووں کی بجائے چشمے!

مگر پانی؟

پیاس کی شدت،

شدید تھکاوٹ،

اور مسلسل پھیلتا ہوا صحرا،

وہ تیل کے چشمے پر ہی پیاس بجھانے کے لئے جھک گیا،

☯

اس کا آدھا جسم باہر پڑا تھا۔ سر پانی کے چشمے میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھیلی ہوئی بانہیں آدھی سے زیادہ چشمے میں اور باقی باہر...... اور لمبے لمبے بال پانی میں لہراتے ہوئے تیر رہے تھے۔

اس کی مردہ آنکھیں بھی پانی کے چشمے کو تیل کا چشمہ سمجھ رہی تھیں۔

گلاب کے پودے پر ایک بڑا سا پھول اگ آیا تھا۔

گلاب کے اس پھول کا رنگ غیر معمولی حد تک گہرا سیاہ تھا۔

گلاب شہزادے کی کہانی مکمل ہو چکی تھی۔ مگر نہ کوئی اسے سنانے والا تھا نہ سننے والا۔

کاکروچ

اگلی نسلوں میں چلی جائے روانی اپنی
زندگی! ختم نہیں ہوگی کہانی اپنی

''ایٹمی جنگ کے متوقع خطرات کے پیش نظر میں نے ایٹمی جنگ کے بعد انسان کے حوالے سے ایک کہانی سوچی ہے۔''

نصیر حبیب نے میری بات کو دلچسپی سے سنا اور کہا: ''کہانی کا خیال سناؤ''۔ لیکن اسی دوران مسعود شاہ بول اُٹھا: ''یار! تم اب تک اسی موضوع پر پہلے ہی دو کہانیاں لکھ چکے ہو۔ اس موضوع کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟ لگتا ہے ایٹمی جنگ کرا کے ہی رہو گے''۔ مسعود شاہ اپنے مزاج کے لاابالی پن کے باعث جو منہ میں آئے بول دیتا ہے۔

''کہانی کا خیال سناؤ!'' نصیر حبیب نے پھر پہلے لہجے میں کہا۔

''چلو یار! اب کہانی سنا بھی چکو'' مسعود شاہ نے بے زاری کے ساتھ جیسے نصیر حبیب کا ساتھ دیا۔

"اس کہانی کا آغاز ایٹمی جنگ کے بعد کے انسان سے ہوتا ہے۔ میں اور ایک عورت اس جنگ میں معجزانہ طور پر بچ گئے ہیں۔ چنانچہ ہم دونوں مل کر اس زمین پر آدم اور حوا کی نئی کہانی شروع کرتے ہیں۔ میں نہ صرف صاحبِ اولاد ہو گیا ہوں بلکہ میری اولاد بھی صاحبِ اولاد ہو گئی ہے۔ تاہم کرۂ ارض پر ہماری حالت ایسے ہے جیسے انسان ابھی غار کے زمانے سے نکل کر جنگل میں جھونپڑے بنا رہا ہے۔ میرے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں نہیں جانتے کہ انسان کیسی عظیم ترترقیات کے دور سے نکل کر جنگل کے دور میں آگیا ہے"

میں دیکھتا ہوں کہ نصیر حبیب ہی نہیں مسعود شاہ بھی میری کہانی کو سنجیدگی سے سُن رہا ہے۔

"ایک دن میرے پوتوں، پوتیوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ میں انہیں عام معمول سے ہٹ کر کوئی انوکھی سی کہانی سناؤں۔ تب میں انہیں اپنے ترقی یافتہ دور کے حالات بتانے لگتا ہوں۔ میرے پیارے بچو! یہ کہانی نہیں حقیقت ہے۔ اس کے باوجود کہانی سے زیادہ دلچسپ اور المناک ہے۔ آج سے چند عشرے پہلے ساری دنیا ہم جیسے انسانوں سے بھری ہوئی تھی۔ انسان کو دنیا میں ہر طرح کی نعمتیں میسر تھیں۔ سفر پر جانا ہو تو کار سے لے کر ہوائی جہاز تک کی سہولتیں موجود تھیں۔"

'دادا ابو! یہ کار اور ہوائی جہاز کیا ہوتے تھے؟'

میری پوتی نے سوال کیا تو مجھے وضاحت کرنا پڑی کہ کار ایک سواری تھی جس میں چار پانچ آدمی بیٹھ جاتے۔ اسے صرف ہینڈل کرنا ہوتا تھا وہ خود ہی سواریوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی۔ یہاں سے دریا کے کنارے تک کا جو فاصلہ ہم آدھے دن میں طے کرتے ہیں۔ کار ہمیں پل بھر میں وہاں پہنچا دیتی تھی۔

بچوں کے چہروں سے تجسس اور دلچسپی ظاہر ہو رہی تھی۔

'اور دادا ابو! ہوائی جہاز؟'۔ میرے پوتے نے پوچھا

'ہوائی جہاز بہت بڑا ہوتا تھا۔ اس میں کئی سو افراد بیٹھ جاتے تو وہ انہیں اتنی دور تک پہنچا دیتا جتنی دور تم اپنی ساری زندگی میں بھی نہیں جا سکو گے۔ اور ہاں۔ ہوائی جہاز پرندوں کی طرح اُڑ کر جاتا تھا۔ دریاؤں اور پہاڑوں کے بھی اوپر سے گزر جاتا تھا۔'

میری بات سن کر بچے کھلکھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔

'دادا ابو! اور کیا ہوتا تھا آپ کے زمانے میں؟' اس بار میرے پوتے کے لہجے میں شرارت کی چمک تھی۔

میں نے ایک لمبا سانس لیا اور پھر بتانے لگا: اس زمانے میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون، فیکس......'

'دادا ابو! یہ ریڈیو کیا ہوتا تھا؟'

'یہ ایک چھوٹا سا بکس ہوتا تھا۔ اس کے بٹن گھمانے سے کبھی گیت سنائی دیتے۔ کبھی ساری دنیا کی خبریں، کبھی لوگوں کی گفتگو۔'

'اور ٹیلی ویژن؟'

'ریڈیو والی ساری چیزیں ٹیلی ویژن پر سنائی بھی دیتی تھیں اور دکھائی بھی دیتی تھی۔ یعنی اگر کوئی آواز آ رہی ہے تو اس کا چہرہ بھی دکھائی دیتا اور وہ شخص ہماری طرح ہی چلتا پھرتا اور بولتا نظر آتا تھا۔'

ننھے منے معصوم بچوں نے میری بات سن کر اتنے زور سے قہقہے لگائے کہ میں خفیف سا ہو گیا۔ وہ مجھ سے پہلے زمانے کی اور دلچسپ باتیں سننا چاہتے ہیں مگر میں کہتا ہوں۔ پیارے بچو! میں اب تھک گیا ہوں اسلیے باقی باتیں کل سناؤں گا۔

پھر میں اُن کے جھونپڑے سے نکل آتا ہوں۔ جھونپڑے سے باہر آ کر یونہی خیال آیا اور میں رُک کر بچوں کی آوازیں سننے لگا۔ میرا ایک پوتا کہہ رہا تھا: 'دادا ابو زیادہ بوڑھے ہو گئے ہیں اسلیے اچھی اچھی کہانیوں کو اپنے زمانے کے واقعات سمجھنے لگ گئے ہیں۔'

میرے باقی سارے پوتے پوتیاں اس کے تبصرے کی تائید میں ہنس رہے تھے"

میں نے کہانی ختم کی تو مسعود شاہ نے زوردار قہقہہ لگایا۔ "یار! اگر جنگ میں صرف تم اور ایک عورت ہی بچتے ہو تو بچوں کی شادیاں کیسے کیں؟ کیا پھر بہن بھائیوں کی شادیاں کرادیں؟"

"اگر آپ کو اس میں الجھن محسوس ہوتی ہے تو جنگل کے قریب دریا کے کنارے پر ایک اور مرد، عورت بھی جنگ سے بچا دیتا ہوں" میں نے وضاحت کی

"یہ چھوٹی چھوٹی باتیں تو کہانی لکھتے وقت خود اپنی راہ بناتی جائیں گی۔ میں ایک اور اہم مسئلے کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں" نصیر حبیب نے سنجیدگی سے کہا "ایٹمی جنگ کے بعد سطح زمین پر کسی انسان کا زندہ بچ رہنا سائنسی طور پر ممکن نہیں۔ اسلئے بچ رہنے والوں کو آپ کس بنیاد پر بچا رہے ہیں؟"

"میری کہانی بنیادی طور پر فکشن ہے، اسے آپ سائنسی مضمون تو نہ سمجھیں" میں نے نصیر حبیب کے اعتراض کے جواب میں کہا۔

"میں تو فکشن کی اہمیت کا معترف ہوں" نصیر حبیب نے متانت سے کہا "بلکہ میرے نزدیک سائنس کی بنیاد بھی فکشن پر ہے۔ ہر نیا سائنسی انکشاف پہلے فکشن ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے جو نکتہ اٹھایا ہے پہلے مجھے اس کی تفصیل بیان کر لینے دیں۔"

میں تو نصیر حبیب کی تفصیل سننے کے لئے ہمہ تن گوش تھا ہی۔ مسعود شاہ بھی خلاف توقع سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"سطح زمین پر ایٹمی جنگ کی صورت میں کوئی ذی روح مخلوق زندہ نہیں رہ سکتی۔ صرف وہ مخلوق زندہ رہ سکتی ہے جس میں NUCLEAR POISON ہو۔ کیونکہ صرف یہی ELEMENT ہر قسم کی تابکاری کو جذب کر سکتا ہے۔ مثلاً LEAD ہر قسم کی تابکاری کو جذب کر سکتا ہے لیکن اگر انسانی خون میں LEAD شامل ہو تو پھر اسے ہلاک کرنے کے لئے ایٹمی جنگ کی بھی ضرورت نہیں، انسان ویسے ہی مر جائے گا"

"آپ کا مقصد یہ ہے چونکہ انسانی خون شریانوں میں ہوتا ہے اس لیے اس کی

موت واقع ہو جائے گی لیکن بعض ذی روح ایسے ہیں کہ ان کے ہاں شریانوں والا سسٹم نہیں ہے مثلاً مکھی کے جسم میں خون کی الگ تھیلی ہوتی ہے، اسلئے اگر اس کے جسم میں NUCLEAR POISONہو تو اس کی موت واقع نہیں ہو گی"

میری بات سن کر نصیر حبیب کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "آپ کی کہانی اب بنے گی۔ مکھی کی جگہ کاکروچ لے لیں۔ فرض کرلیں کہ کاکروچ کے وجود میں بھی ایسا سسٹم ہے کہ تابکاری اثرات اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ الٹا اس کیGROWTH کرتے ہیں۔ لہٰذا ایٹمی جنگ کے بعد سارے ذی روح مر جائیں گے سوائے کاکروچ کے۔ اور تابکاری اثرات سے جب ان کیGROWTH ہو گی تو آنے والے زمانے میں اس زمین کے حکمران اور مالک یہی کاکروچ ہوں گے جو انسانی قد کے برابر ہو جائیں گے"۔ نصیر حبیب کی کہانی سن کر مسعود شاہ نے زردار قہقہہ لگایا۔

"ٹھہریں!" میں نے ہاتھ اٹھا کر سنجیدگی سے کہا "کہانی تو ہزاروں سال پہلے بن چکی ہے" نصیر حبیب نے مجھے الجھے ہوئے انداز سے دیکھا۔

"دوستو! ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہم آج کے انسان ہزاروں سال پہلے کے کسی زمانے کے کاکروچ ہوں"

"کیا؟" نصیر حبیب اور مسعود شاہ کی آوازوں میں گھبراہٹ تھی اور پھر وہ اس طرح اپنے آپ کو دیکھنے لگے جیسے واقعی کسی پرانے زمانے کے کاکروچ ہوں۔
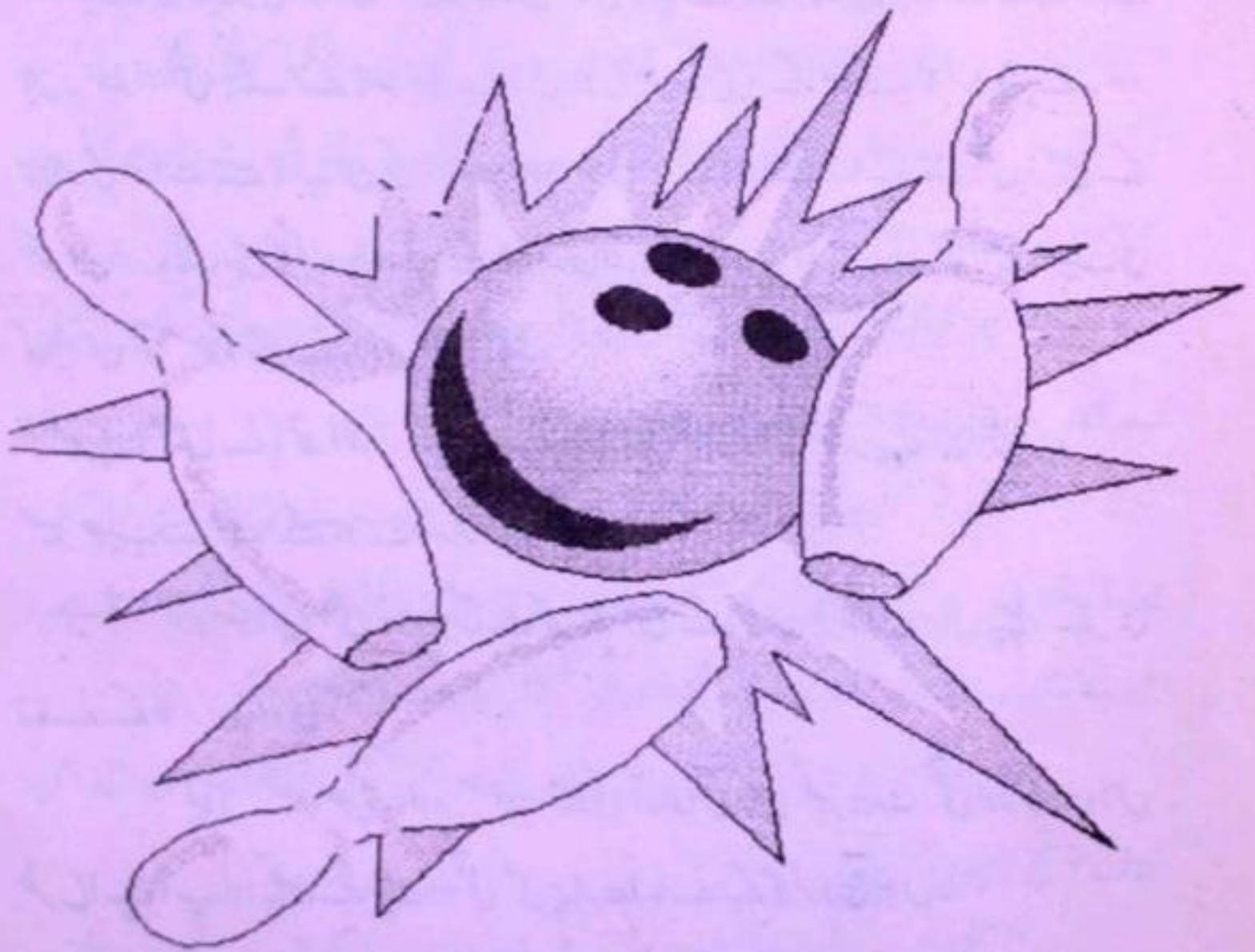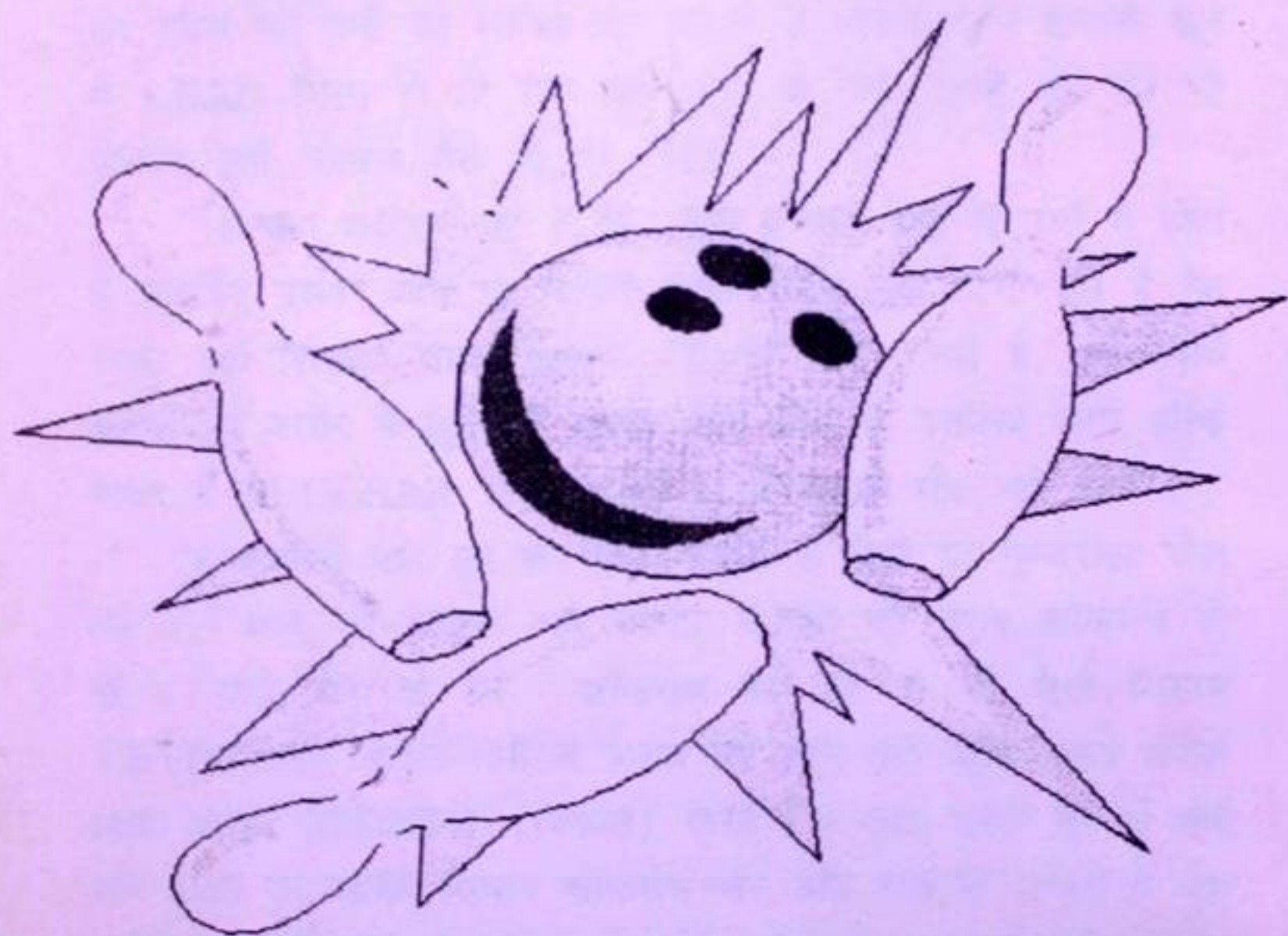
"दोस्तो ! ऐसा भी तो हो सकता है कि हम आज के इंसान हज़ारों साल पहले के किसी ज़माने के कॉकरोच हों "

"क्या?" नसीर हबीब और मसऊद शाह की आवाज़ों में घबराहट थी और फिर वह इस तरह अपने आप को देखने लगे जैसे सचमुच किसी पुराने ज़माने के कॉकरोच हों ।

इसलिए मैने जो नुक्तः (बिंदु) उठाया है पहले मुझे उसका विस्तृत विवरण कर लेने दें --"

मै तो नसीर हबीब का विवरण सुनने के लिए उत्कंठित था ही, मस्ऊद शाह भी आशा के विपरीत सुजीदः हो गया था ।

"ज़मीन की सतह पर एटमी जंग की सूरत मे कोई संसार का प्राणी ज़िन्दा नही रह सकता । सिर्फ़ वह प्राणी ज़िन्दा रह सकता है जिसमें NUCLEAR POISON हो क्योंकि सिर्फ़ यही ELEMENT (तत्व) हर प्रकार की गर्मी को शोषित कर सकता है । उदाहरणार्थ LEAD (सीसा) हर प्रकार की गर्मी को शोषित कर सकता है लेकिन अगर इन्सानी ख़ून मे LEAD मिला हो तो फिर उसे मारने के लिए एटमी जंग की भी ज़रूरत नही, इन्सान वैसे ही मर जाएगा'

"आपका उद्देश्य यह है कि चूँकि इन्सानी खून शिराओं में होता है इसलिए उसकी मौत हो जायेगी लेकिन कुछ एक प्राणी ऐसे है कि उनके यहां शिराओं वाला सिस्टम (SYSTEM) नही है, उदाहरणार्थ मक्खी के शरीर में ख़ून की अलग थैली होती है, इसलिए अगर इसके शरीर मे NUCLEAR POISON हो तो उसकी मौत नही होगी'

ये डरावनी बात सुन कर नसीर हबीब के चेहरे पर मुस्कराहट फैल गई । "आम की कहानी अब बनेगी। मक्खी की जगह कॉकरोच ले लें । फ़र्ज़ कर लें कि कॉकरोच की देह में भी ऐसा सिस्टम (SYSTEM) है कि गर्मी के प्रभाव उसे हानि नही पहुँचा सकते बल्कि उल्टा उसकी GROWTH (विकास) करते है । अतः एटमी जंग के बाद सारे प्राणी मर जायेंगे सिवाय कॉकरोच के- और गर्मी के प्रभाव से जब उनकी GROWTH होगी तो आने वाले ज़माने में इस ज़मीन के शासक और मालिक यही कॉकरोच होंगे जो इन्सानी क़द के बराबर हो जाऐंगें' - नसीर हबीब की कहानी सुनकर मस्ऊद शाह ने ज़ोरदार क़हक़हा लगाया ।

"ठहरें ! मैने हाथ उठा कर संजीदगी से कहा "कहानी तो हज़ारों साल पहले बन चुकी है "

नसीर हबीब ने मुझे उलझे हुए अंदाज़ से देखा।

और बोलता नज़र आता था ।' नन्हे मुन्ने मा'सूम बच्चों ने मेरी बात सुन कर इतने ज़ोर से क़हक़हे लगाये कि मै लज्जित सा हो गया ।

वह मुझसे पहले ज़माने की और दिलचस्प बातें सुनना चाहते है मगर मै कहता हूँ - प्यारे बच्चो ! अब मै थक गया हूँ इस लिए बाक़ी बातें कल सुनाऊँगा ।

पर मै उनके झौपड़े से निकल आया हूँ । झौपड़े से बाहर आकर यूँ ही ख़याल आया और मै रूक कर बच्चों की आवाज़ें सुनने लगा । मेरा एक पोता कह रहा था: 'दादा अब्बू ज़ियाद: बूढ़े हो गये है इसलिए अच्छी अच्छी कहानियों को अपने ज़माने के वाक़िआत (घटनाऐं) समझने लग गये है ।'

मेरे बाक़ी सारे पोते पोतियां उसकी समीक्षा की पुष्टि में हंस रहे थे ।''

मैने कहानी ख़त्म की तो मस्ऊद शाह ने ज़ोरदार क़हक़हा लगाया । ''यार ! अगर जंग में सिर्फ़ तुम और एक औरत ही बचते हो तो बच्चों की शादियां कैसे की? क्या फिर बहन भाइयों की शादियां करा दीं?''

''अगर आपको इस मे उलझन महसूस होती है तो जंगल के क़रीब नदी के किनारे पर एक और मर्द, औरत भी जंग से बचा देता हूँ' मैने विस्तार से बताया ''ये छोटी छोटी बातें तो कहानी लिखते समय खुद अपनी राह बनाती जाएंगी । मै एक और महत्वपूर्ण समस्या की ओर ध्यान दिलाना चाहता हूँ '' नसीर हबीब ने संजीदगी से कहा ''एटमी जंग के बाद ज़मीन की सतह पर किसी इन्सान का ज़िन्दा बच रहना साइंसी तौर पर संभव नही । इस लिए बच रहने वालों को आप किस बुनियाद पर बचा रहे है ?''

''मेरी कहानी बुनियादी तौर पर फ़िक्शन (काल्पनिक कथा)है, इसे आप साइंसी लेख समझें ''मैने नसीर हबीब की आपत्ति के उत्तर में कहा -

''मै तो फ़िक्शन की महत्ता का स्वीकार करने वाला हूँ '' नसीर हबीब ने गंभीरता से कहा ''बल्कि मेरे समीप साइंस की बुनियाद भी फ़िक्शन पर है । पर नई साइंसी अभिव्यक्ति पहले फ़िक्शन होती है-

नित्य नियम से हट कर कोई अनोखी सी कहानी सुनाऊँ । तब मै उन्हें अपने उन्नति के युग के हालात बताने लगता हूँ - मेरे प्यारे बच्चो ! ये कहानी नहीं वास्तविकता है । इसके बावुजूद कहानी से ज़्यादा दिलचस्प और कष्टप्रद है । आज से चंद दहाई पहले सारी दुनिया हम जैसे इंसानों से भरी हुई थी । इंसान को दुनिया में हर प्रकार की अच्छी अच्छी चीज़ें उपलब्ध थी । सफ़र पर जाना हो तो कार से लेकर हवाई जहाज़ तक की सुगमता मौजूद थी ।''

'दादा अब्बू ! ये कार और हवाई जहाज़ क्या होते थे?'

मेरी पोती ने सवाल किया तो मुझे विस्तार से बताना पड़ा कि कार सवारी थी निसमें चार पांच आदमी बैठ जाते । इसे केवल हैन्डिल करना होता था वह खुद ही सवारियों को एक जगह से दूसरी जगह ले जाती। यहाँ से नदी के किनारे तक की दूरी आधे दिन में तय करते है, कार हमें पल भर मे वहां पहुंचा देती थी। बच्चों के चेहरों से जिज्ञासा और दिलचस्पी व्यक्त हो रही थी ।

'और दादा अब्बू ! हवाई जहाज़? - मेरे पोते ने पूछा।

'हवाई जहाज़ बहुत बड़ा होता था । उसमें कई सौ व्यक्ति बैठ जाते तो वह उन्हें इतनी दूर तक पहुँचा देता जितनी दूर तुम अपनी सारी ज़िन्दगी मे भी नही जा सकोगे - और हां - हवाई जहाज़ परिन्दों की तरह उड़ कर जाता था । नदियों और पहाड़ों के भी ऊपर से गुज़र जाता था '

मेरी बात सुन कर बच्चे खिलखिला कर हंस पड़ते है ।

'दादा अब्बू ! और क्या होता था आपके ज़माने में?'

इस बार मेरे पोते के टोन मे शरारत की झलक थी । मैंने एक लम्बा सांस लिया और फिर बताया: उस ज़माने में रेडियो, टैलीविज़न, टैलीफ़ोन, फ़ैक्स ......

'दादा अब्बू ! ये रेडियो क्या होता था ? '

'ये एक छोटा सा बक्सा होता था । उसके बटन घुमाने से कभी गीत सुनाई देते, कभी सारी दुनिया की ख़बरें, कभी लोगों की बातचीत।'

' और टैलीविज़न? '

'रेडियो वाली सारी चीज़े टैजीविज़न पर सुनाई भी देती थी और दिखाई भी देती थी । या'नी अगर कोई आवाज़ आ रही है तो उसका चेहरा भी दिखाई देता और वह व्यक्ति हमारी तरह ही चलता फिरता

कॉकरोच

अगली नस्लों में चली जाए रवानी अपनी,
ज़िन्दगी! ख़त्म नहीं होगी कहानी अपनी ।

''एटमी जंग के आशान्वित ख़तरों को दृष्टि के सामने रख कर मैंने एटमी जंग के बाद के इंसान के हवाले से एक कहानी सोची है ।'' नसीर हबीब ने मेरी बात को दिलचस्पी से सुना और कहा : ''कहानी का ख़याल सुनाओं' - लेकिन उसी दौरान मस्ऊद शाह बोल उठा : ''यार ! तुम अब तक उसी विषय पर दो कहानियाँ लिख चुके हो । इस विषय के पीछे क्यों पड़ गए हो ? लगता है एटमी जंग करा कर ही रहोगे।'' मसऊद शाह अपने बेपर्वापन के कारण जो मुंह में आए बोल देता है ।

''कहानी का ख़याल सुनाओ ! '' नसीर हबीब ने फिर पहले टोन में कहा

''चलो यार ! अब कहानी सुना भी चुकों'

मस्ऊद शाह ने विमुखता के साथ जैसे नसीर हबीब का साथ दिया।

''इस कहानी का आरंभ एटमी जंग के बाद के इंसान से होता है। मै और एक और औरत इस जंग में ईशदूत के चमत्कार की तरह बच गए है । अत: हम दौनों मिल कर इस ज़मीन पर आदम और हव्वा की नई कहानी आरंभ करते है । मै न क़ेवल संतान वाला हो गया हूँ बल्कि मेरी संतान भी संतान वाली हो गई है । फिर भी भूमण्डल पर हमारी हालत ऐसे है जैसे इंसान अभी अभी गुफाओं के ज़माने से निकल कर जंगल में झोंपड़ बना रहा है । मेरे पोते पोतियां और नवासे नवासियां नही जानते कि इंसान कैसी श्रेष्ठतम उन्नति के युग से निकल कर जंगल के युग में आ गया है ।''

मै देखता हूँ कि नसीर हबीब ही नही मस्ऊद शाह भी मेरी कहानी को संजीदगी से सुन रहा है ।

''एक दिन मेरे पोतो, पोनियों ने मुझसे फ़र्माइश की कि मै उन्हे

अब मेरी प्रजा है.... और मै इस नये युग का शासक ....महान शासक ....हा हा हा ....''

अचानक उसे तेज़ प्यास का अहसास हुआ । उसने प्याले को देखा। प्याला ख़ाली हो चुका था । वह घबरा गया ।

और फिर पानी की तलाश में इधर उधर दौड़ने लगा ।

सिमटा हुआ रेगिस्तान फिर से फैलने लगा ।

वह दौड़ता रहा .... दौड़ता रहा .....

और सिमटा हुआ रेगिस्तान फैलता रहा .... फैलता रहा ...

सूरज दोपहर के वक़्त तक पहुँच गया ।

उसकी आँखें धुंधलाने लगी ।

उसके सामने तेल के स्रोतों का भण्डार था, कुओं की बजाय स्रोत।

मगर पानी?

प्यास की तीव्रता,

तेज़ थकावट,

और लगातार फैलता हुआ रेगिस्तान,

वह तेल के स्रोत पर ही प्यास बुझाने के लिए झुक गया ।

उसका आधा शरीर बाहर पड़ा था । सर पानी के चश्मे में डूबा हुआ था । फैली हुई बांहें आधी से ज़ियादः चश्मे में और बाक़ी बाहर .... और लम्बे लम्बे बाल पानी में लहराते हुए तैर रहे थे ।

उसकी मुर्दा आंखें भी पानी के चश्मे को तेल का चश्मः समझ रही थीं ।

गुलाब के पौधे पर एक बड़ा सा फूल उग आया था ।

गुलाब के इस फूल का रंग असाधारण सीमा तक गहरा सियाह था ।

गुलाब शहज़ादे की कहानी पूरी हो चुकी थी । मगर न कोई उसे सुनाने वाला था न सुनने वाला ।

''हैरत है ... हैरत है!'' पहला दरवेश बड़े छल भरे अंदाज़ में बोला। उसकी नज़रें अब भी गुलाब के उस पौधे पर गड़ी थी जो अब बड़ी शान से लहलहा रहा था ।

चौथा दरवेश घबराये हुए लहजे(टोन) में बोला :-

''मै भाई का स्वप्न समझ गया । मैने उसे क़त्ल कर दिया और वह जगह जहां टब पड़ा था और शहद की मक्खी लकड़ी के टुकड़े पर तैरती रही थी, उसे खोद डाला .... वहां सचमुच ख़ूब ख़ज़ाने थे .... मगर ....मगर

''मगर क्या!'' पहले दरवेश के लहजे(टोन) में फ़िक्र की हल्की सी परछाई उभरी । चौथे दरवेश की नज़रें उस लहलहाते हुए गुलाब के पौधे पर पड़ीं ।

और फिर वही स्थिति ....

''पानी .....!''

पहले दरवेश ने जल्दी से पानी का प्याला उस के मुँह से लगा दिया मगर चौथे दरवेश ने प्याला अपने हाथों में थाम लिया । पानी पिया ।

फिर गुलाब के पौधे में एक और सुर्ख़ पत्ते को उभरते हुए देखा। भय से झुरझुरी सी ली ।

''मगर क्या ....'' पहले दरवेश ने उसे झंझोड़ कर पूछा ।

''मगर .... यह कहानी मेरे मित्र की नहीं.... मेरी अपनी है .... अपनी .... '' और फिर चौथे दरवेश ने भी दम तोड़ दिया ।

सारे रेगिस्तान ने खुद को समेट कर पहले दरवेश के क़दमों मे डाल दिया ।

रात का आख़री पहर गुज़र चुका था ।

पौ फट रही थी ।

पहले दरवेश के निर्दयों जैसे क़हक़हे रेगिस्तान में गूंजने लगे !

'' हा हा हा .... अब उस रेगिस्तानी इलाक़े की तेल की दौलत का मै अकेला मालिक हूँ । एटमी जंग मे जितने लोग भी बच गये होंगे

दिया ।

बाकी दौनों दरवेशो ने देखा कि बेअन्त फैले हुए रेगिस्तान ने खुद को आधा समेट लिया है । रात का तीसरा पहर गुज़र चुका था ।

चौथे दरवेश ने संदेह भरी दृष्टि से पहले दरवेश को देखा तथा और भी चौकन्ना हो कर अपनी कहानी बयान करने लगा :

''यह कहानी वास्तव मे मेरी नही । मेरे एक मित्र की है । मै उसे उसी की ज़बान में बयान करूँगा''

चौथे दरवेश ने अपने खुश्क होंटों पर ज़बान फेरते हुए कहा ।

''मेरा भाई गहरी नीद सोया हुआ था मै उसके कमरे में बैठा कोई काम कर रहा था । अचानक मैने देखा कि मेरे भाई की नाक से शहद की एक मक्खी निकली .... क़रीब ही पानी का एक टब पड़ा था। जिसमें लकड़ी का एक छोटा सा टुकड़ा तैर रहा था जो शायद किसी बच्चे ने डाल दिया था ...शहद की मक्खी उड़ कर लकड़ी के उस टुकडे पर जा बैठी । कुछ देर बाद फिर उड़ी और मेरे भाई की नाक में दाख़िल हो गई ... मै यह दृश्य बड़ी हैरत से देख रहा था ।

''अच्छा .... फिर क्या हुआ?'' पहले दरवेश की मुस्कराहट बड़ी निष्ठुर थी, वह अब भी गुलाब के उस पौधे को देख रहा था जो लगातार फलता फूलता जा रहा था ।

''फिर ....फिर...चौथा दरवेश डरे हुए अंदाज़ में इधर उधर देख कर बोला :

''फिर मेरा भाई जाग गया । उसने अपना एक आश्चर्यजनक स्वप्न सुनाया .... उसने बताया कि वह किसी नदी के किनारे खड़ा था कि लकडी का एक बड़ा सा तख़्ता तैरता हुआ उसके क़दमों में आ गया, वह उस पर सवार हो गया । जब वह तख़्ता उसे दूसरे किनारे पर ले गया तो उसने देखा कि वह जगह ख़ज़ानों से भरी पड़ी है । मगर वह अकेला यह ख़ज़ाने न उठा सकता था, इसलिए दूसरे साथियों को लेने के लिए वापस आ गया ।''

देख रहा था ।

"एक बार किसी खण्डर से कई हज़ार वर्ष पुरानी खोपड़ी मिली तो उसके अध्ययन के लिए मुझे भी बुलाया गया । खोपड़ी के अध्ययन के बाद जब मै घर आया तो अपनी मेज़ के नीचे काठ कबाड़ में से कोई चीज़ ढूंढते हुए एक सूखा हुआ तुड़ा मुड़ा सा गुब्बारः मिल गया । मैने उसे देखा तो देखता ही रह गया ....यूं लग रहा था जैसे वह खोपड़ी उस गुब्बारे में मौजूद हो और वह खोपड़ी मेरे बेटे की हो ।"

चौथा दरवेश उसकी कहानी में ख़ासी दिलचस्पी ले रहा था ।

पहला दरवेश गुलाब की उस लगातार बढ़ती हुई क़लम को देख रहा था जिसमें से अब शाखें भी फूटने लगी थीं ।

"मै डर से कांप उठा । मुझे लगा मैने अपने बेटे को क़त्ल कर के उसके सर को महज़ ख़ोपड़ी बना दिया है । मैने अपनी बीवी को अपना डर बताया। पहले तो उसने शोर मचा दिया "परिवार नियोजन ख़त्म नही करने दूंगी । मेरी सेहत फिर तबाह हो जायेगीं' लेकिन अन्ततः मेरा डर उसकी ज़िद पर छा गया ।

जिस दिन उसने मुझे ख़ुशख़बी सुनाई.... मुझे यूं लगा जैसे हज़ारों बरस पहले खो जाने वाली मेरी कोई क़ीमती चीज़ मुझे दोबारः मिलने वाली है ।

तीसरे दरवेश की नज़र गुलाब की उस क़लम की तरफ़ उठ गई जो अब गुलाब के छोटे से पौदे में ढल गई थी ।

उसे यूँ लगा जैसे गुलाब का पौदा उसके अन्दर है और कोई उसे उसके हलक़ से बाहर खींच रहा है।

वह भय से चिल्लाया ....पानी! "

पहले दरवेश ने जल्दी से पानी का प्याला उसके मुंह से लगा दिया। गुलाब का पौदा कुछ और फैल गया। उसके हरे पत्तों मे एक और सुर्ख़ पत्ता उभर आया ।

तीसरे दरवेश ने भयभीत आँखों से यह दृश्य देखा और दम तोड़

से ज़ियादः ही ख़याल रखते थे "

"अचानक दूसरे दरवेश की नज़र गुलाब की उस क़लम पर पड़ी जो उस अर्से में हैरतअंगेज़ तौर पर दो गुनी हो चुकी थी और अब उसमें नन्हे नन्हे हरे पत्ते भी फूट रहे थे । उसे यूँ लगा जैसे कांटों में लिपटी हुई गुलाब की पूरी क़लम किसी ने उसके हलक़ में ठूंस दी हो "

उसने एक झुरझुरी सी ली और फिर बेइख़्तियार पुकारा ....पानी. ...! "

पहले दरवेश ने जल्दी से पानी का प्याला उसके मुंह से लगा दिया ।

गुलाब की क़लम कुछ और हरी भरी हो गई और हरे पत्तों के साथ सुर्ख पत्ता भी उभर आया । दूसरे दरवेश ने फटी फटी आंखों से यह दृश्य देखा और दम तोड़ दिया ।

बाक़ी तीनों दरवेशों ने देखा कि बेअन्त फैले हुए रेगिस्तान ने खुद को खासा समेट लिया है ।

रात का दूसरा पहर गुज़र चुका था ।

तीसरे दरवेश ने एक गहरा सांस लिया और अपनी कहानी आरम्भ की:-

"जैसा कि आम जानते हैं इतिहास और भूगोल से मुझे गहरी दिलचस्पी है और मेरा सम्बन्ध भी पुरानी इमारतों के अवशेष से है . ... तीन बच्चों की पैदाइश के बाद मेरी बीवी ने मुझे परामर्श दिया कि मै परिवार नियोजन पर अमल करूँ । चुनांचे मैने गुब्बारे इस्तेमाल करना प्रारम्भ कर दिये .... मेरा घर ख़ासा छोटा और तंग सा है । कई बार ऐसा हुआ कि इस्तेमाल के बाद मैंने गुब्बारः नाली में फैकने की बजाए कोने में पड़ी बड़ी मेज़ के पीछे फैंक दिया । मेज़ के नीचे पड़े ढ़ेर सारे कबाड़ में वह गुब्बारः छिपा रहता । फिर कभी ख़याल आता तो उसे उठा कर नाली में फैंक देता ।"

चौथा दरवेश उसे अजीब सी नज़रों से देख रहा था ।

पहला दरवेश अभी भी गुलाब की उस फलती फूलती क़लम को

पहले दरवेश की इस बात पर दूसरे दरवेश ने अपनी कहानी प्रारम्भ की :-

''मेरी कहानी आम सी है । मेरी बीवी ने अपनी आँखों के जादू और होंटों के मंत्र से मुझे गधा बना दिया था और मै कई सदियों से बोझ ढोता चला आ रहा था । फिर एक दिन मुझे भी एक महामन्त्र मिल गया । मै गधे से इन्सान बन गया और तब मैंने अपने महामन्त्र के ज़ोर से अपनी बीवी को घोड़ी मै परिवर्तित कर दिया ।''

तीसरा और चौथा ....दोनों दरवेश उसकी कहानी बड़ी दिलचस्मी से सुन रहे थे जबकि पहला दरवेश गुलाब की उस क़लम को देख रहा था जिसके इर्द गिर्द छोटे छोटे कांटे से चिपके हुए थे .... क़लम आहिस्त: आहिस्त: बढ़ रही थी ।

अब मुझे सहीह तौर पर याद नही रहा कि फिर मैंने उसे तांगे में जोत दिया था, घुड़-दौड़ के क्लब में ले गया था या वैसे ही उसे सरपट दौड़ाता रहा .... या फिर पता नही वह खुद ही सर-पट दौड़ती रही. ... दौड़ती रही ....''

''फिर क्या हुआ?''

तीसरे और चौथे दरवेश ने बड़ी कामना और उत्सुकता से पूछा:

पहला दरवेश अभी तक गुलाब की इस बढ़ती हुई क़लम को देख रहा था ।

''फिर''

दूसरे दरवेश ने (बुद्धि) पर थोड़ा ज़ोर दिया ।

''फिर .... जब मेरी बीवी अपना पहला वेतन लाई थी तो उसका चेहर: खुशी से गुलनार हो रहा था । उसने अपना आधा वेतन घर के खर्चों मे डाल दिया और बचा हुआ आधा बच्चों के भविष्य के लिए बैक मे जमा करा दिया और फिर हमेश: ही उसकी यही रीति रही । मेरे और उसके वेतन से हमारा घर ख़ासा खुशहाल हो गया । अलबत्त: वह अपने बॉस की बहुत ता'रीफ़ें करती रहती थी । वह उसका ज़रूरत

गुलाब शहज़ादे की कहानी

हुआ शाहकार जब उसका मुकम्मल,
वह अपने ख़ून मैं डूबा हुआ था।

बेअन्त फैले बुए रेगिस्तान में जब रात का एक पहर गुज़रने के बावुजूद किसी को नींद न आई तो चारों दरवेश उठ कर बैठ गये । पहले दरवेश ने प्रस्ताव प्रस्तुत किया कि रात काटने के लिए अपनी अपनी कोई कहानी सुनाई जाये। सब ने इस प्रस्ताव से सहमति व्यक्त की और पहले दरवेश से कहा कि वह खुद अपनी ज़िन्दगी की किसी कहानी से शुरूआत करे।

लम्बे बालों वाला पहला दरवेश आगे को झुका और फिर यूँ कहने लगा :-

''मेरी कहानी गुलाब शहज़ादे की कहानी हैं'-

गुलाबी रंग को तुम ख़ूब अच्छी तरह से पहचानते होगे । ख़ून सुर्ख़ रंग का होता है । ख़ून में सफ़ेद रंग मिला दें तो वह गुलाबी बन जाता है लेकिन अगर ख़ून वैसे ही कहीं जम जाये तो सियाह हो जाती है। ख़ैर तो मै कह रहा था ....मेरी कहानी गुलाब शहज़ादे की कहानी है ।

लेकिन इसके लिए मुझे कार्यान्वित करके बताना पड़ेगा ।

यह कह कर पहले दरवेश ने अपने थैले से गुलाब की एक क़लम निकाली और उसे रेत में गाड़ दिया।

''मेरी कहानी का बाक़ी हिस्सः इस क़लम के बढ़ने तक अधूरा रहेगा । इस लिए उत्तम है कि आप लोग बारी बारी अपनी कहानियां सुना लें .... मै आख़िर मे अपनी कहानी पूरी करूँगा ।''

पश्चिम की नफ़रतों को अपने आंसुओं से साफ़ कर रही है ।

रोशनी का घेरा हम दौनों के शरीरों से गुज़र कर हमारी आत्माओं में उतर जाता है और हम दौनों के अन्दर से एक ख़ूबसूरत आवाज़ उभरती है,

"अब बताओ कि तुम दौनों अपने ईश्वर की ने'मतों में से किस किस का इन्कार करोगे ।"

है मगर लोग नीचे गिरे हुए है। कही दीवारो के साथ लगे खड़े है, अधिकतर दुकानदार काउण्टर पर यूँ सर रखे हुए है जैसे आराम कर रहे हों । मुझे बचपन की वह कहानी याद आती है जिसमें एक शहज़ाद: एक ऐसे शहर में प्रवेश करता है जहाँ हर आदमी पत्थर का बुत बना होता है। मुझे महसूस होता है मै भी कोई शहज़ाद: हूँ । मगर कहानी वाले शहज़ादे को उस शहर को जीवित कर देने में इस लिए आसानी होती है कि वह किसी जादूगर के चमत्कार के कारण ऐसा हुआ होता है । जबकि यह शहर तो इन्सान के अपने ही चमत्कार का शिकार हो गया है । ज़हरीली गैस के बमों ने सारे शहर मे कोई प्राणी नही छोडा ।

मै किसी थके हारे बुझे हुए शहज़ादे की तरह एक ख़ूबसूरत डिपार्टमेन्टल स्टोर में प्रवेश करता हूँ। मगर एक दम घबरा कर पीछे पलटने लगता हूँ ।सामने कोई भयहीत आदमी खड़ा है । मै पीछे हटते हुए फिर रूक जाता हूँ । सामने तो बडा सा मनुष्य की लम्बाई के बराबर लम्बा दर्पण स्थापित है ।

"तुम क्या ....क्या........यह.................मै हूँ?"

मै खुद को पहचानने से इन्कार कर देता हूँ। मगर अंतत: मुझे स्वीकार करना पड़ता है कि यह मै ही हूँ। अपनी पहचान को स्वीकार करते ही मुझे पहली बार अपनी नग्नता का अहसास होता है । उसी बीच दर्पण में मुझे बिल्कुल अपने ही जैसी एक भयभीत औरत नज़र आती है । मै तेज़ी से पलटता हूँ । अपने पूरे पूरे भय के बावुजूद उसका चेहरा बता रहा है कि वह पश्चिमी औरत है । उसकी आंखों में तलाश और जिज्ञासा है । वह मुझे हैरानगी से पहचानने का प्रयत्न कर रही है । पता नही अपने बाप को तलाश कर रही है - भाई को तलाश कर रही है या बेटे को .... उसकी आंखों मे यकायक चमक पैदा होती है। जैसे उसने पहचान लिया हो । और फिर वह दौड़ कर मुझसे बुरी तरह चिमट कर सिसकना प्रारम्भ कर देती है। मै नही जानता उसने मुझे बाप समझा है - भाई समझा है - बेटा समझा है या कोई और -- लेकिन मै संतुष्ट हूँ कि अब आदम की नस्ल इस धरती से समाप्त नही होगी ।

मेरे भूतकाल और भविष्य के लेख मेरे दायें बायें अदब के साथ खड़े है । और मेरी "नग्न अवस्था" मेरे नग्न शरीर से चिमटा पूर्व और

"ऐ संतुष्ट सांस ! अपने ईश्वर की तरफ़ लौट आ। उस दशा मे कि तू उसे पसंद करने वाला भी है और उसका अच्छा लगने वाला भी ।"

मै फिर एक बार खुदा के समक्ष उपस्थित होकर माथा टेकने लगता हूँ । मुझे ज्ञात होता है कि मै जहाँ से बचाया गया हूँ वहां की गर्मी के प्रभाव मेरे अन्दर कुछ इस तरह प्रवेश कर चुके है कि वह मेरे वध की बजाए उस ज़हरीली गैस के वध का कारण बन गए है जो उस समय मौजूद फलों और पानी में है । मानो वह गर्मी के प्रभाव इस तरह मेरे अस्तित्व की प्रतिभूति(ज़मानत)बन गये है। शायद इसीलिए मै कितने दुर्गंधयुक्त स्थानों से गुज़रने के बावुजूद बीमार भी नही हुआ और यह जो इतनी शक्ति मुझ में आ गई है कि मै सैकड़ों मीलों की यात्रा तय करके यहाँ तक आ पहुँचा हूँ यह भी उन प्रभावों के कारण से ही है।

"अंतत: तुम अपने ईश्वर की ने'मतों(अचछी अच्छी चीज़ों) में से किस किस का इन्कार करोगे ।"

मै अपनी खुराक की समस्या से अब बिल्कुल संतुष्ट हो जाता हूँ। मुझे अब उन दो बड़ी पूर्वी और पश्चिमी शक्तियों के परिणाम का ख़याल आता है । दौनों क़ौमें ही उपद्रव में एक दूसरे से बढ़ कर थी। रोशनी का घेरा मेरे समीप आ जाता है और फिर किरण किरण मेरे शरीर पर उतरने लगता है ।

- यकायक रेशनी का घेरा पूरे का पूरा मेरे शरीर पर उतर आता है

"तुम पर आग का एक शो'ल:(अग्निज्वाला) गिराया जायेगा और तांबा भी गिराया जाएगा, अंतत: तुम दौनों कदापि बच नही सकते, अब बताओ कि तुम दौनों अपने ईश्वर की ने'मतों में से किस किस का इन्कार करोगे।"

रोशनी का घेरा फिर अपने अस्ल फ़ासिले पर चला जाता है और फिर किरण किरण मेरे शरीर पर उतरने लगता है । मै दौनों बड़ी शक्तियों के विनाश का यक़ीन कर लेता हूँ ।

जीवन साथी की तलाश का ख़याल फिर मुझे सतर्क कर देता है। और मै नया आदमी होने के नाते इन्सात की नस्ल की रक्षा के पवित्र कर्तव्य के लिए एक नए संकल्प के साथ चल पड़ता हूँ। बाग़ वाले उस गांव से थोडी ही दूरी पर एक शहर आबाद मिलता है। सारी इमारते सलामत है मगर सारे शहर पर मौत का शासन है, दुकाने खुली हुई

उठाता हूँ । भूख की तीव्रता में बड़ी हद तक कमी हो गई है और थकन का अहसास भी एक हद तक समाप्त हो गया है।

मै फिर अपने सफ़र पर रवान: होता हूँ । चलते चलते मुझे दूर कही हरियाली का भ्रम होता है । मै क्रमहीन मार्गो से उसी दिशा में चल पड़ता हूँ ।

यह तो कोई विशेष उपजाऊ क्षेत्र है । दूर दूर तक हरे भरे खेत है और खेतों के साथ ही एक ख़ूबसूरत बाग़ भी है । बाग़ बडे आधुनिक ढंग का है । बीच में एक ख़ूबसूरत फ़व्वार: भी लगा हुआ है। इस ख़ूबसूरत बाग़ में पहुँच कर थकन तो दूर हो गई मगर भूख और तेज़ हो गई लेकिन फ़व्वारे के ठहरे हुए पानी में मछलियां देख कर मै ठिठक गया हूँ ।

खेतों के हरे भरे रास्ते से लेकर उस बाग़ तक मुझे कोई प्राणी दिखाई नही दिया था ।

बुद्धि पर ज़ोर देता हूँ तो याद आता है रास्ते में कुछ जानवर मरे पड़े थे । मगर चूँकि मै उससे अधिक भयानक विनाशों से गुज़र कर आया था इसलिए मैंने उनकी तरफ़ कोई ध्यान नहीं दिया । अब मुझे अंदाज: होता है कि उस क्षेत्र पर ज़हरीली गैस के बम फेंके गये थे। तमाम प्राणी मर चुके है और सारी फ़स्लें और फल ज़हरीले हो चुके है । रोशनी का वह हार बदस्तूर अपनी किरणें मेरे शरीर पर उतार रहा है। मै अजब हसमंजस की दशा में हूँ । भूख अब इतनी तेज़ हो गई है कि मुझे लगता है अगर मैंने कुछ न खाया तो मौत से नही बच पाऊँगा। मगर सारे फल ज़हरीले हो चुके है ।

"मरना ही है तो भूखे पेट क्यों मरा जाए" यह सोचकर अंततः मैंने फलों को तोड़ तोड़ कर खाना प्रारम्भ कर दिया है । मुझे कुछ होश नही मै कब तक फल तोड़ कर खाता रहा हूँ । होश तब आया जब मै फ़व्वारे का ज़हरीला पानी पी कर बाहर आया।

अब मै संतुष्टि से अपनी मौत की प्रतीक्षा में हूँ। मगर मुझे तो आश्चर्यजनक ढंग पर अपने अन्दर शक्ति का अहसास होने लगता है। रोशनी का घेरा अब कितनी ही किरणें मेरे शरीर पर उतार रहा है, 'वही है जो मायूसी के बाद बारिश उतारता है और अपनी दया को फैला देता है ।"

मै संकल्प करता हूँ कि मुझ आदम से जो नस्ल चलेगी उसे मै उन ग्रन्थों की शिक्षाओं के अनुसार खुद प्रशिक्षण दुंगा और मेरी नस्ल शैतान के चंगुल में दोबारः इस तरह नहीं आएगी कि खुदा के अज़ाब का शिकार हो जाये । नस्ल के प्रशिक्षण के अहसास के साथ अपने जीवन साथी की तलाश का ख़याल फिर तीव्रता से उभरता है । मेरे लिए अब रात या दिन का कोई महत्व नहीं इसलिए कि रोशनी का घेरा अगर मेरे साथ न हो तो मेरा दिन भी अन्धकारपूर्ण हो जाये । जब भी कही थकन का अहसास होता है ठहर जाता हूँ, सुस्ता लेता हूँ । शायद नीद भी कर लेता हूँ या सिर्फ़ ऊँघ लेता हूँ । मै सबसे ख़राब विनाश के उस क्षेत्र से तेज़ी से निकलने लगता हूँ पता नही इन भयानक दृश्यों के भय से या जीवन साथी की तलाश के ख़याल से जो पहले से जियादः तीव्र हो गया है।

जब मै उस क्षेत्र से बाहर आता हूँ तो मुझे पहली बार अहसास होता है कि मैंने कई दिनों की लगातार यात्रा के बावुजूद कुछ खाया पिया भी नही । भूख का अहसास जाग्रत हो जाये तो उसे सुलाना मुश्किल हो जाता है । भूख का अहसास मेरे शरीर के साथ बुद्धि और आत्मा पर भी थकन प्रकट करने लगता है ।

मै चल रहा हूँ मगर मुझसे चला नही जाता । मेरा सारा अस्तित्व शिथिल होने लगता है । मै अपनी बेबसी को स्वीकारने के साथ खुदा की महिमा और प्रतिष्ठा को स्वीकार करके उसकी माला जपता और गुणगान करता हूँ । तब ही रोशनी के इस घेरे से एक किरण मेरे शरीर पर किसी तीर की तरह उतरती है और मुझ मर भय छा जाता है;

''क्या इन्सान को ज्ञात नही कि हमने उसको एक बहुत छोटी सी बूंद से पैदा किया है । फिर वह सख़्त झगड़ालू बन जाता है और हमारे अस्तित्व के सम्बन्ध में बातें बनाने लग जाता है और अपनी पैदाइश को भूल जाता है ।''

मै खुदा के तेज के आगे झुक जाता हूँ । होंटों से या दिल से कोई दुआ नही निकलती । आंखों में आंसुओं की एक झड़ी है जो माला के दानों की तरह टूट टूट कर गिर रही है । ये आंसू अपनी बेबसी और खुदा की महिमा को मौन रूप से स्वीकार कर रहे है।

मै कितनी देर तक इसी दशा में सर झुकाये रहता हूँ। जब दिल का बोझ किसी हद तक उतर जाता है तो सज्दे (माथा टेकना) से सर

मै खुदा की प्रतिष्ठा और श्रेष्ठता की स्वीकृति और अपनी कमज़ोरी को स्वीकार करता हूँ । रोशनी की किरणें मेरे शरीर पर तो उतर रही है मगर आत्मा तक नही पहुँच पाती । शायद इसी कारण मै केवल अपने भूतकाल के लेख ही पढ़ सका हूँ । भविष्य के लेखों की या तो ज़बान बदल गई है या उन्हें पढ़ने की मेरी शक्ति छिन गई है ।

एटमी युद्ध ने आदम की नस्ल को जीवन-पटल से विध्वस्त (बिलकुल बरबाद) कर दिया है और अब आदम की औलाद होने के नाते इस समय मुझे अपना सबसे पहला कर्तव्य यह मा'लूम होता है कि जिस तरह भी संभव हो आदम की नस्ल को इस धरती पर क़ाइम रखा जाये । शायद मै इस नये युग का आदम हूँ।

मगर नई हव्वा-?

मै खुदा की माला जपते हुए और उसका गुणगान करते हुए नई हव्वा की तलाश के सफ़र पर रवानः होता हूँ । रास्ते में विनाश के कई भयानक दृश्य आते है। रोशनी का वह घेरा मेरे साथ है और अब भी किरण किरण मेरे शरीर पर उतर रहा है । मेरा नामा'लूम और अनदेखा सफ़र जारी है। एक जगह तो विनाश का ऐसा दृश्य आता है जैसे यहाँ एक दम बीसियों एटम बम गिरा दिये गये हो, मै भयभीत हो जाता हूँ। और उस दृश्य से छिपने के लिए अपनी आंखें बन्द कर लेता हूँ।

तब ही रोशनी के घेरे की किरणें मेरी आंखें खोल देती है ;

"क्या यह ज़मीन में नही फिर के देखते कि उनसे पहलों का क्या परिणाम हुआ? वह देश में उन से ता'दाद और ताक़त में भी जियादः थे और इमारत वग़ैरः की कलाओं में भी ज़ियादः माहिर थे । लेकिन उनके काम (आ'माल) ने उनको कोई लाभ नही दिया था। और जब उनके पास उनके रसूल(ईशदूत) निशानात लेकर आये तो उनके पास जो थोड़ा बहुत ज्ञान था उस पर गर्व करने लगे और जिस अज़ाब (दुःख) की हंसी उड़ाते थे उसी ने उनको घेर लिया । फिर जब उन्होंने हमारा अज़ाब देखा तो कह उठे हम तो अल्लाह को एक प्रतिज्ञा देते हुए उस पर ईमान लाते है और उसके साथ जिन चीज़ों को हम शरीक क़रार दिया करते थे उनका हम इन्कार करते है । अतः जब उन्होंने हमारा अज़ाब देख लिया तो उनके ईमान ने उनको कोई लाभ नहीं पहुँचाया । यही अल्लाह की निश्चित की गई सुन्नत (नियम) है जो उसके बन्दों में जारी चली आती है।"

अजीब दृष्टिकोण थे । दौनों ही इन्सानियत के कल्याण की बातें करते थे और अब दौनों ही इन्सानियत के विनाश का कारण हो गये थे । युद्ध का आरम्भ मध्य पूर्व से हुआ था । वहां की तेल की दौलत-जिसे दौनों बड़ी शक्तियां ललचाई हुई नज़रों से देखती थी-फिर क्या हुआ? -- मुझे घटनाओं का ज्ञान नहीं। लेकिन प्रकाश का जो घेरा मुझ पर किरण किरण उतर रहा है वह मुझे बताने लगता है । उसकी अपनी बातचीत का ढंग है,

''खुदावंद कहता है कि मैंने अपने स्वाभिमान से और कोप की ज्वाला से कहा निःसंदेह उसी दिन इस्राईल की सरज़मीन में एक भूकंप होगा । यहां तक कि समुद्र की मछलियां और आसमान के पक्षी और ज़मीन के पशु और सारे कीड़ मकोड़े जो ज़मीन मर रेंगते फिरते हैं और सारे इन्सान जो ज़मीन पर है मेरे सामने थरथरा जायेंगे और पहाड़ उठाए जायेंगे नदी के ऊँचे किनारे बैठ जायेंगे और हर एक दीवार ज़मीन पर गिर पड़ेगी ....एक ज़ोर की बारिश और बड़े बड़े ओले और आग और गन्धक बरसाऊँगा । इसी तरह मै अपनी प्रतिष्ठा और श्रेष्ठता कराऊँगा और बहुतेरी जातियों में पहचान बनाऊँगा और वह जानेंगे कि खुदावंद मै हूँ ।

''देख मै तेरा विरोधी हूँ ऐ जूज-ए-रविश और मस्क और तूबाल के सरदार और मै तुझे पलट दूँगा ..... और मै तुझे हर प्रकार के शिकारी परिन्दों और मैदान के दरिंदों को खुराक के लिए दूंगा तू खुले हुए मैदान में गिर पड़ेगा ..... और मै माजूज (एक जाति) पर और उन पर जो द्वीपों में निश्चिंतता से निवास करते है एक आग भेजूंगा ..... और आगे को मै होने न दूँगा कि वह मेरे पवित्र नाम को अपमानित करें''

''और दुनिया में एक प्रलय हो जायेगी और वह महाप्रलय से पहले होगी और तमाम बादशाह आपस में एक दूसरे पर चढ़ाई करेंगे और ऐसी मार-धाड़ होगी कि ज़मीन खून से भर जाएगी और हर एक बादशाह की प्रजा भी आपस मे भयानक लड़ाई लड़ेगी । एक विश्व व्यापि विनाश आवेगा और उन सभी घटनाओं का केन्द्र सीरिया होगा ।

''ऐ यूरोप तू भी अम्न मे नही और ऐ ऐशिया तू भी सुरक्षित नही और ऐ द्वीम-समूह के रहने वालो! कोई बनावटी खुदा तुम्हारी मदद नही करेगा, मै शहरों को गिरते देखता हूँ और आबादियों को वीरान पाता हूँ''

वाले दृश्य को देखा और अस्हाब-ए-फ़ील के सौभाग्य पर रश्क[1] आने लगा जो सिर्फ़ खाये हुए भूसे की भांति कर दिये गये थे ।

विश्व व्यापि एटमी युद्ध हो चुका है और मैं पता नहीं क्यों ज़िन्दा बच गया हूँ । मेरे चारों तरफ़ इस भयानक युद्ध के अंधेरे फैले हुए हैं । मुझे इन अंधेरों से निकलने के लिए रोशनी की आवश्यकता है। और तब ही जिस शक्ति ने मुझे इस युद्ध में भी ज़िन्दा रखा था । मुझे रोशनी प्रदान करनी प्रारम्भ कर दी । रोशनी की जो लकीर पहले उभरी थी वह अब एक प्रज्वलित गोले की शक्ल इख़्तियार कर गई है और मुझ पर किरन किरन उतर रही है,

"तुझे क्या मालूम है कि एटम क्या चीजै है? यह अल्लाह की ख़ूब भड़काई हुई आग है जो दिलों के अन्दर तक जा पहुँचेगी ताकि उसकी गर्मी उन को और भी ज़ियादः तकलीफ़देह महसूस हो"

"दुनिया पर एक भारी विपत्ति आने वाली है और तुझे क्या मालूम है कि वह विपत्ति कैसी है? और हम फिर कहते है कि ऐ मुख़ातिब! (बात करने वाला) तुझे क्या मालूम है कि यह बहुत बड़ी विपत्ति क्या चीज़ है? यह विपत्ति जब आयेगी तो उस वक़्त लोग अस्त-व्यस्त पर्वानों की तरह होंगे और पहाड़ उस पश्म की भांति हो जायेंगे जो धुनकी होती है ।"

"जब ज़मीन को पूरी तरह हिला दिया जायेगा। और ज़मीन अपने बोझ निकाल फैंक देगी और इन्सान कह उठेगा कि उसे क्या हो गया है?"

मुझे याद आता है कि मैं एक पहाड़ी इलाक़े में ठहरा हुआ था जब एटमी युद्ध बहुत जल्दी छिड़ गया था मगर अब कहीं भी कोई पहाड़ नज़र नहीं आ रहा। मैं खुद ही हैरत से पुकार उठता हूँ "यह क्या हो गया है?" और क़ुर्आन की सत्यता का एक गवाह बन जाता हूँ ।

मुझे याद आता है - दो बहुत बड़ी शक्तियां दुनिया पर फैल रही थीं । उनमें पूर्वीय शक्ति का जाल अधिक फैला हुआ था लेकिन पश्चिमी शक्ति भी कुछ कम न थी, अजीब अजीब नारे थे । अजीब

---

(1) किसी को अच्छा देख कर अपने लिए भी वैसा ही बनने ही अभिलाषा करना।

हव्वा की तलाश

मिरे बदन पे तिरे वस्ल के गुलाब लगे,
ये मेरी आँखों में किस रूत में कैसे ख़्वाब लगे ।

मुझे यक़ीन नही आ रहा ।
मै बीच की दशा में हूँ,
मै ख़्वाब की दुनिया में हूँ,
या वास्तविक दुनिया में ?

"शायद मै वास्तविक दुनिया में हूँ" किसी वहम की तरह मुझे यक़ीन हो जाता है और मै उठ कर बैठ जाता हूँ । थोड़ी देर बैठा रहता हूँ फिर उठ कर खड़ा हो जाता हूँ ।

मेरा भविष्य मेरे दाहिने हाथ पर और मेरा भूतकाल मेरे बाऐं हाथ पर हमेशा लिखा रहता था और मै अपने भूतकाल और भविष्य के लेखों को पढ़ते हुए हमेशा वर्तमान में चलता रहता था । मगर अब मैंने अपने दाऐं हाथ का लेख पढ़ना चाहा तो मुझे वहां चारों तरफ़ धुंध छाई हुई नज़र आई । मैंने अपने बाऐं हाथ का लेख पढ़ना चाहा तो वहां धुआं धुआं हवाओं के सिवा कुछ नज़र न आया । बेचारगी के अहसास के साथ मैंने अपने वर्तमान की तरफ़ देखना चाहा तो भविष्य की सारी धुंध मेरी आंखों मे उतर आई और भूतकाल का सारा धुआं मेरे चारों तरफ़ नृत्य करने लगा । इस तकलीफ़देह हालत मे मुझे बचपन की वह दुआऐं भी भूल गई जो मेरी मां ने मुझे याद कराई थी। लेकिन मै मायूस नही हुआ । आख़िर धुऐं का नृत्य धुआं होने लगा । रोशनी की एक लकीर उभरी और उभरती चली गई,

"अलमतर कैफ़ फ़ेल-ए-रब्बेका बा असहाबुल फ़ील"

धुंध मेरी आंखों से छटने लगी और धुआं दूर हटने लगा । मुझे अस्हाब-ए-फ़ील का परिणाम याद आया जो खाये हुए भूसे की भांति हो गये थे । मैंने अपने सामने बिखरे हुए एटम बम का शिकार होने

की कहानियां है । ऐसे समय में जब उपमहाद्वीप के जनसाधारण को भी इस हौलनाक तबाही का अंदाज़ा हो गया है । मैं अपनी तीनों कहानियाँ एक साथ प्रस्तुत कर रहा हूँ- इण्डिया और पाकिस्तान के एटमी धमाकों के राजनितिक पृष्ठ भूमि की उपेक्षा करते हुए, मेरे लिए यह नई वर्तमान स्थिति थोड़ी संतुष्टि का कारण बन रही है कि दौनों तरफ़ यह अहसास होने लगा है कि किसी एक के क़त्ल का अर्थ अनिवार्य रूप में दूसरे का भी क़त्ल है । इस बात को अच्छे अन्दाज़ में कहा जाये तो यह कहा जा सकता है कि इण्डिया और पाकिस्तान का जीना, मरना अब साथ साथ है-- ग़ौर करें तो यह साथ जीना और साथ मरना तो मुहब्बत का मक़ाम (जगह) है - तो फिर क्यों न हम सब मिल कर मुहब्बत के इस मक़ाम को पहचानें ।

इन्सान की इन्सान से मुहब्बत को सिर्फ़ उपमहाद्वीप तक ही क्यों सीमित रखा जाये -- भूमण्डल, इस बेपनाह संसार में एक बेहद छोटी सी दुनिया है । इस दुनिया में सारी भूगोलिक इकाइयां अपनी अपनी जगह एक सच है लेकिन भूमण्डल ख़ुद एक बड़ी भूगोलिक इकाई भी है । इस धरती के सारे इन्सान अपनी राष्ट्रीयता, क्षेत्रीयता और धार्मिकता की पहचान के साथ-अपनी अपनी पहचान को स्थिर रखते हुए पूरी धरती को एक देश बना लें और इस देश के निवासी कहलाने में ख़ुशी महसूस करने लगें तो शायद एटमी युद्ध के सारे ख़तरे ख़त्म हो जायें । लेकिन क्या ऐसा संभव है?

पूरी धरती को एक देश बनाने का सपना और मानवीय एकता की आशा शायद बहुत दूर की मंज़िल है । यह दूरी स्थिर रहे या ख़त्म हो जाये इसकी निर्भरता तो सारी दुनिया के देशों के परस्पर भरोसे और विश्वास पर है । एक आदमी के लिए शायद यह किसी दीवाने का स्वप्न हो । फिर भी आइये हम सब मिल कर दुआ करें ।

दुनिया में मुहब्बत की उन्नति की दुआ ! धरती पर इन्सान की नस्ल के स्थिर रहने की दुआ !

के तक़ाज़े के अनुसार आई थी । इसमें एक हल्का सा राजनीति का संकेत भी था । अरबों की तेल की दौलत के लालच में बड़ी ताक़तों का टकराव और विनाश-- "हव्वा की तलाश" पत्रिका "औराक़" लाहौर के फ़रवरी-मार्च सन् 1981 के अंक में छपी । महान साहित्यकारों ने इस कहानी को पसंद किया । चूँकि इस कहानी में एक राजनीतिक संकेत मौजूद था, अतः बाद में एक और कहानी लिखी गई "गुलाब शहजादे की कहानी" -- उसके कुछ एक सभ्यता के पहलुओं को छोड़कर, यह बुनियादी तौर पर इन्सानी हिर्स-ओ-हवस को स्पष्ट करके तेल के स्रोत पर इन्सानियत के दम तोड़ने की छोटी सी पहचान की कहानी थी। इसमें भी एटमी युद्ध की संभावित हालत को व्यक्त किया गया था । "हव्वा की तलाश" का समापन आशावान था जबकि "गुलाब शहज़ादे की कहानी" का परिणाम कटु सत्यता के परिपेक्ष में निराशाजनक था । "गुलाब शहज़ादे की कहानी" पत्रिका "औराक़" के अंक अप्रैल-मई 1982 में प्रकाशित हुई ।

मेरी इन दौनों कहानियों के संदर्भ से कुछ एक दोस्तों ने मुझसे सवाल किया कि एटमी युद्ध के बाद ज़मीन की सतह पर किसी प्राणी का ज़िन्दा बच रहना संभव नही है, अतः "हव्वा की तलाश" और "गुलाब शहज़ादे की कहानी" में जो लोग एटमी विनाश के बावजूद ज़िन्दा बच गए हैं उन्हें किस बुनियाद पर बचाया गया है?- दोस्तों के इस सवाल ने मुझे साइंसी दृष्टिकोण में सोचने का अवसर प्रदान किया । इस ग़ौर-ओ-फ़िक्र ने मुझे धार्मिक और राजनीतिक पहलुओं से हट कर साइंटिफ़िक कहानी लिखने की प्रेरणा दी । तथपि मैंने इस सिलसिले में किसी जल्दबाज़ी से काम नहीं लिया । कहानी मेरे अन्दर बनती रही और पहली कहानी से लगभग ग्यारह साल के बाद "कॉकरोच" लिखी गई । यह कहानी मासिक पत्रिका "सरीर"(कराची) के फ़रवरी 1992 के अंक में प्रकाशित हुई ।

"हव्वा की तलाश" , "गुलाब शहजादे की कहानी" और "कॉकरोच" - ये तीनों कहानियां भूमण्डल पर इन्सानियत के समक्ष खड़े एटमी विनाश के बारे में मेरे अहसास और मेरी चिन्ता

एटमी जंग का ख़त्र:

कल तक उपमहादीप के निवासियों के बहुसंख्यक सांसारिक सतह पर एटमी जंग की संभावना से भी बेख़बर या बेपर्वा थी लेकिन इस बरस पहले इण्डिया ने और फिर पाकिस्तान ने एटमी धमाके कर के उपमहादीप के आम आदमी को भी एटमी जंग के विनाश से सतर्क कर दिया हे । इण्डिया और पाकिस्तान ने एटमी धमाके न किये होते, तब भी यह वास्तविकता है कि पूरी दुनिया एटमी बारूद के ढेर पर बैठी हुई थी । अब इस बारूद में मुठ्ठी भर बढ़ोतरी हुई है । दुनिया की बडी और एटमी ताक़तों के पास एटमी हथियार का जो भण्डार मौजूद है एक सतर्क अनुमान के अनुसार पूरे भूमण्डल को पाँच बार नष्ट करने के लिए काफ़ी है। सोवियत यूनियन की टूटफूट से शीतयुद्ध की समाप्ति तो हुई है लेकिन एटमी हथियार तो यथापूर्व मौजूद है । एटमी मिज़ाइलों का कम्प्यूटराइज़ूड सिस्टम कभी किसी तकनीकी ख़राबी का शिकार हो गया तो यह तकनीकी ख़राबी भी पूरी दुनिया की बरबादी का कारण बन सकती है । लेकिन कल तक हम लोगों की भारी संख्या इस ख़त्रे के ज्ञान से बेख़बर थी । बेशक बेख़बरी एक ने'मत है ।

सन 1980 के मध्य में मेरी बुद्धि बार-बार एटमी युद्ध के संभावित ख़तरे की तरफ़ जाती थी । कुछ एक आसमानी धर्मग्रन्थों की तरफ़ और धार्मिक किताबों में मुझे एक बड़े विनाश की ख़बरें पढ़ने को मिलीं तो मेरे अन्दर की बेचैनी ने मुझसे कहानी 'हव्वा की तलाश'' लिखवाई । इसमें एटमी युद्ध के बाद की फ़ज़ा को आसमानी धर्मग्रन्थों और धार्मिक किताबों की रोशनी में देखने का प्रयास था । मेरी यह अभिलाषा थी कि मै रहूँ न रहूँ, आदम की नस्ल इस धरती पर आबाद रहनी चाहिए, इस कहानी में कहानी

तीन कहानियाँ

पुस्तक का नाम	:	एटमी जंग (तीन कहानियाँ)
लेखक	:	**हैदर क़ुरैशी**
कम्पोज़िंग, डिज़ाईनिंग	:	मौ0 उमर कैरानवी
वर्ष	:	सन् 1999 ई0
मुद्रक	:	अज़ीज़ प्रिन्टिंग प्रैस, नई दिल्ली।
मूल्य	:	चालीस रूपये मात्र

मेयार पब्लिकेशन्स

के0-302, ताज एन्क्लेव

गीता कालोनी, नई दिल्ली-110 031 (भारत)

एटमी जंग

(तीन कहानियाँ)

हैदर क़ुरैशी

मेयार पब्लिकेशन्स

के0-302, ताज एन्कलेव

गीता कालोनी, नई दिल्ली-110 031 (भारत)

एटमी जंग

(तीन कहानियाँ)

एटमी जंग
हैदर क़ुरैशी